جامعہ حقانیہ کا ترجمان

ساہیوال
سرگودھا

مجلّہ الحقانیہ

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ دسمبر ۲۰۱۴ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

مصیبت کے وقت مسلمان کا شیوہ

"سانحۂ فروکہ" پر ایک فکر انگیز خطاب

مؤرخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ کو فروکہ ضلع سرگودھا میں اہل تشیع کی فائرنگ سے اہل سنت کے دونو جوان شہید ہوئے ، یہ سانحہ بڑا دردناک تھا۔اس سانحہ سے متصل جمعۃ المبارک پر مدیر "الحقانیہ" مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ میں جوخطاب فرمایا اس مرتبہ وہ افادۂ عام کے لیے ادارتی صفحات میں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ)

بعداز خطبہ مسنونہ! اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشرالصابرین الذین اذااصابتهم مصیبة قالوا انالله وانااليه راجعون اولٓئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولٓئك هم المهتدون،صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبى الكريم۔

اور (دیکھو) ہم (صفت رضاوتسلیم میں جو کہ مقتضاء ایمان کا ہے) تمہارا امتحان کریں گے، کسی قدر خوف سے (جو کہ ہجوم مخالفین یا نزول حوادث وشدائد سے پیش آوے) اور (کسی قدر فقرو) فاقہ سے اور (کسی قدر) مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مویشی مرگئے، یا کوئی آدمی مرگیا، یا بیمار ہوگیا، یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہوگئی پس تم صبر کرنا) اور (جو لوگ ان امتحانوں میں پورے اتر آویں اور مستقل رہیں تو) آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے (جن کی یہ عادت ہے) کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ (دل سے سمجھ کر یوں) کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال واولاد حقیقتاً) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں (اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے اس سے مملوک کو

تنگ ہونا کیا معنیٰ) اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں (سو یہاں کے نقصانوں کا بدلہ وہاں جا کر مل رہے گا اور جو مضمون بشارت کا ان کو سنایا جاوے گا وہ یہ ہے کہ) ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے (مبذول) ہوں گی اور (سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگی (کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا تدارک کر دینے والا سمجھ گئے)۔(ترجمہ: از بیان القرآن)

اس کے بعد فرماتے ہیں وبشرین الصابرین اور صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے الذین اذااصابتهم مصيبة صابرین کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ یوں کہتے ہیں انالله وانااليه راجعون ہم تو ہیں ہی اللہ کی ملک میں اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر جانے والے ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں اولٓئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة ان لوگوں پر اللہ کی طرف سے رحمتیں ہیں، ان کے رب کی طرف سے عام رحمتیں بھی صلوات من ربهم عام رحمتیں، ورحمة اور خاص رحمتیں بھی ہیں۔اولٓئك هم المهتدون اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ خلاصہ ہے اس حصے کا جو میں نے اس وقت تلاوت کیا ہے۔اسلام لانے اور یہ کہنے کے بعد کہ ہم مسلمان ہیں، ہم اہل ایمان ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے امتحان اور آزمائش میں ڈالتے ہیں اور ان کا امتحان لیتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا: آلٓم احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا آمنا وهم لا يفتنون ولقدفتناالذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا وليعلمن الكٰذبين۔(پ۲۰)

جو لوگ یہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے، کیا یہ کافی ہے؟ فرمایا نہیں! اللہ تعالیٰ آزمائش

اور امتحان میں ڈالتے ہیں تا کہ پتہ چل جائے کون صحیح ہے اور کون غلط، کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

یہ آزمائشوں کا معاملہ اور امتحانات کا سلسلہ آج سے نہیں شروع سے چلا آ رہا ہے، آزمائش کبھی کسی شکل وصورت میں ہوتی ہے کبھی کسی صورت میں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملات اہل ایمان پر اور مسلمانوں پر پیش آتے ہیں۔ مال کی کمی کی صورت میں آزمائش، جان کی کمی کی صورت میں، خوف کی صورت میں، بھوک کی صورت میں ونقص من الاموال والانفس والثمرات لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وبشر الصابرین الذین اذااصابتھم مصیبة قالوااناللہ واناالیہ راجعون ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آزمائش کے موقع پر کون صبر کا دامن تھامتا ہے، کون بے صبری کا مظاہرکرتا ہے۔ صبر اگرچہ یقیناً مشکل معاملہ ہے، انتہائی مشکل ہے لیکن اس کا انجام اور ثمرہ بڑا شیریں اور بڑا پرلطف ہے۔ ہر پریشانی، آفت، اور آزمائش میں صبر کا دامن تھامنا ہوگا، یہ ہے مسلمان کا اصل شیوہ۔ اور صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات ہیں، ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صبر بڑی نعمت ہے اس پر بڑا اجر وثواب ہے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب صبر کرنے والوں کو حق تعالیٰ بغیر حساب کے اجر عطا فرمائیں گے، یہ نہیں ہے کہ ایک گنا، دس گنا، سوگنا، بغیر حساب بغیر حساب کے ان کو اجر ملے گا۔

انسان کی زندگی اصل میں دو ہی چیزوں سے مرکب ہے، اس کی زندگی میں خوشگوار واقعات بھی پیش آتے ہیں، انسان کی طبیعت کے مطابق واقعات پیش آتے ہیں، جب خوشی کے واقعات پیش آتے ہیں تو انسان خوش ہو جاتا ہے، لیکن اس موقع پر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اس کی تعریف کرو، اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے سے اور شکر کرنے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے لئن شکرتم لازیدنکم اور کچھ واقعات انسان کی

زندگی میں اس کی طبیعت کے خلاف بھی پیش آتے ہیں، غم کے واقعات ہیں، مصیبت اور پریشانی کا معاملہ ہے ایسے موقع پر صبر کی تعلیم دی گئی ہے۔

صبر کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے، عقلی طور پر راضی رہے اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی طرف سے کوئی ایسا فعل صادر نہ ہو جو شریعت کے مزاج کے خلاف ہو، جہاں تک ناخوشگوار واقعات پر، مصیبت اور تکلیف کے واقعات پر طبعی رنج والم کا معاملہ ہے تو شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی، ظاہر ہے کہ طبعی طور پر رنج والم تو ہوگا، پریشانی کے موقع پر پریشان ہونا تکلیف کے وقت تکلیف کا احساس ہونا انسان کی طبیعت کا تقاضہ ہے اسی لیے اس طبعی رنج والم کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔ عقلی طور پر انسان صبر کا مظاہرہ کرے، شریعت پر عمل پیرا ہو یہ ہے صبر، زبان سے کوئی ایسی بات نہ کہے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ یہ ہے اصل میں صبر کا مفہوم اور مطلب۔

حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا چھوٹی عمر میں انتقال ہوا۔ یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، ان کا انتقال ہوا تو قدرتی طور پر ایک ظلمت اور تاریکی چھا گئی، اب لوگوں کے حالات بڑے عجیب ہوتے ہیں ہر شخص کا اپنا دماغ ہے، کہتے ہیں نا کہ جتنے منہ اتنی باتیں ہوتی ہیں کوئی کچھ کہہ رہا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے کہ دیکھئے یہ چاند اور سورج حضرت ابرہیم کی وفات کی وجہ سے گرہن ہوا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے اس کے مطابق سارے معاملات ہوتے ہیں: ان الشمس والقمر آیتان من آیات الله لاینخسفان لموت احد ولالحیاته وانمایخوف الله بهماعباده **کسی کی موت وحیات پر چاند گرہن نہیں ہوتا یہ تو اصل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، ولٰکن** یخوف الله بهماعباده **ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں، ڈر پیدا**

کرنے کا مقصد ہے کہ برائیوں سے رک جاؤ اللہ کا خوف تمہارے دل میں پیدا ہوجائے اس کا اصل مقصد یہ ہے کسی کی موت وحیات کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے۔ میں عرض یہ کررہا تھا کہ حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو کتنا صدمہ ہے، مصیبت پریشانی ہے، نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ابراہیم موجود ہیں آنسو آپ کی آنکھوں سے جاری ہیں لیکن زبان سے یہ فرمارہے ہیں: القلب یحزن، والعین تدمع، ولانقول الابمایرضٰی بہ ربنا، وانابفراقك یاابراھیم لمحزون۔

حضور اکرم ﷺ فرمارہے ہیں کہ میرا دل اس وقت صدمہ میں ہے، آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں لیکن ہم اپنی زبان سے اس وقت وہی بات کریں گے جس پر ہمارا رب راضی ہو۔ ابراہیم تیری جدائی پر ہم غم زدہ ہیں لیکن صبر کا دامن آپ نے ہاتھ سے نہ چھوڑا، یہ ہے تعلیم حضور اکرم ﷺ کی، یہ ہے مسلمان کا شیوہ کہ نبی وپیغمبر ﷺ کی تعلیمات کو سامنے رکھے ہر خوشی وغمی کے موقع پر۔

تاریخ اسلام میں کتنے واقعات ہیں احد کے موقع پر دیکھ لیجئے ۳ھ میں احد کا معاملہ ہوا، ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے اور حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا، بہت غم اور الم کا واقعہ ہے، دردناقابل بیان ہے، انتہائی صدمہ ہوا اس وقت کیا عالم ہوگا، خود حضور اکرم ﷺ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے آپ کا خون بھی بہا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پھوپھی ہیں، حضرت حمزہ کی ہمشیرہ کہنے لگیں کہ میں اپنے بھائی کو دیکھنا چاہتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اجازت نہیں ہے تم صبر نہیں کرسکوگی، ٹکڑے ٹکڑے کردیے گئے، کلیجہ چبادیا گیا صورتحال دردناک ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا رہنے دو بس تم نہ دیکھو صبر نہیں ہوسکے گا۔ لیکن انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں صبر کروں گی، چنانچہ آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور انہوں نے بھی صبر کا مظاہرہ

کیا تو اسلام ہمیں یہ تعلیم دے رہا ہے۔

جو صدمہ آپ ﷺ کو پہنچا وہ نا قابل بیان ہے۔ستر صحابہ کا آپ نے جنازہ الگ الگ پڑھا یا لیکن ہر جنازے کے ساتھ حضرت حمزہ کا جنازہ رکھا رہا گویا آپ ﷺ نے ستر مرتبہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور فرمایا میرا چچا اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہے سید الشھداء ہیں،لیکن اس موقع پر بھی آپ نے صبر فرمایا،صحابہ کرام کو صبر کی تلقین کی ایک دو نہیں کتنے واقعات ہیں۔تکلیف،رنج،پریشانی اور مصیبت کے وقت صبر کا دامن تھام لینا ہی مسلمان کا شیوہ ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں چراغ گل ہو گیا،آپ ﷺ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔حضرت عائشہ نے عرض کیا کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ اس پر بھی آپ نے انا للہ پڑھا ہے فرمایا ہاں یہ بھی مصیبت ہے کہ تاریکی ہو گئی۔

تو ہر مصیبت میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس کا جب انتقال ہوا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس لوگ تعزیت کے لیے آئے،بہت سے لوگوں نے تعزیت کی۔لیکن ہر آدمی کی تعزیت کا انداز الگ ہوتا ہے تعلیم یافتہ حضرات کا انداز اور ہوتا ہے اور ان پڑھ لوگوں کا اور،حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں مجھے سب سے زیادہ صبر ایک دیہاتی آدمی کی تعزیت سے آیا،بڑے بڑے لوگوں کی تعزیت سے وہ تسلی نہیں ہوئی جو ایک دیہاتی کے چند کلمات سے ہوئی فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے آ کر کہا

اصبر نكن بك صابرين فانما   صبر الرعية بعد صبر الرأس

خير من العباس اجرك بعده   والله خير منك للعباس

یعنی اے عبداللہ آپ صبر کیجئے کیونکہ آپ کے صبر کرنے سے ہمیں بھی صبر آجائے

گا، اگر آپ نے صبر کا مظاہرہ نہ کیا تو ہم سب بے صبرے ہو جائیں گے۔اس لیے آپ صبر کیجئے تا کہ ہمیں بھی صبر آئے ، کیونکہ جب بڑے صبر کرتے ہیں تو ان کو دیکھ کر چھوٹے خود بخود صبر کرنے لگتے ہیں، اے عبداللہ! آپ صبر کریں گے تو ساری قوم بھی صبر کرے گی، حضرت عباس تو اب چلے گئے ہیں وہ تو اب واپس نہیں آئیں گے، اب ان کے جانے کے بعد آپ جو صبر کریں گے اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو جو اجر عطا فرمائیں گے وہ آپ کے لیے آپ کے والد سے زیادہ بہتر ہے، اور حضرت عباس دنیا سے چلے گئے ہیں ان کے لیے تم سے زیادہ ان کا خدا بہتر ہے اس لیے میں آپ سے کہتا ہوں کہ صبر کیجئے ۔سبحان اللہ کتنی پیاری بات کہی۔

تو حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جتنا فائدہ مجھے اس دیہاتی کی تعزیت سے ہوا اتنا فائدہ اور کسی کی تعزیت سے نہیں ہوا۔

انا اللہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر صلوات اور رحمت کا نزول ہوگا۔عام علماء نے صلوات اور رحمت دونوں کا ترجمہ ایک ہی کیا ہے صلوات کا معنیٰ بھی رحمت اور ورحمة کا معنیٰ بھی رحمت لیکن حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کمال کر دیا فرماتے ہیں کہ اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة یہاں رحمة اور صلوات کا جو لفظ آیا ہے اس صلوات سے مراد رحمت تو ہے لیکن اس سے اللہ کی وہ رحمت مراد ہے جو سب کو عام ہے اور آگے جو کہا ہے ورحمة اس رحمت سے مراد خاص رحمت ہے تو صبر کرنے والوں پر اللہ کی عام رحمت بھی ہوگی اور خاص رحمت بھی۔اولئك هم المهتدون اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں، اسلام نے ہمیں کیسی سنہری اور عمدہ تعلیم دی ہے کوئی پریشانی ہو یا کوئی حادثہ پیش آجائے اس وقت ہم اگر صبر کا دامن تھامتے ہیں تو نقصان نہیں ہے ہمیں اس میں بھی فائدہ ہے، صبر کا دامن تھامنے سے انسان کامیاب ہو جائے گا۔

کربلا میں جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ پیش آیا وہ بھی دردناک ہے،

آپ ﷺ کے دور میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اس قسم کے جتنے واقعات پیش آئے ہیں وہ بھی یقیناً حادثات ہیں لیکن صحابہ کرام کا اور اہل بیت کا شیوہ صبر تھا، انہوں نے مصیبت کے وقت صبر کا دامن تھاما ہے۔

دس محرم الحرام کو ہمارے ہاں تو بڑی عجیب صورت حال پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ یہ جو کچھ ہوتا ہے یہ نہ اسلام کی تعلیمات ہیں نہ اہل بیت کی تعلیم اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی۔ یہ سب خود اپنی ایجاد کردہ چیزیں ہیں جس سے نقصان بھی ہو رہا ہے، ہر سال پریشانی ہوتی ہے اس مرتبہ ہمارے ہی علاقہ فروکہ میں یہ سانحہ پیش آیا کہ دو ساتھی شہید ہو گئے، یہ جارحیت ان کی طرف سے ہوئی ہے، بہرحال اس واقعہ کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ میں بھی اس پر شدید مذمت کرتا ہوں اور انتظامیہ سے ہم یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایف آئی آر کے مطابق ملزمان کو گرفتار کرے اور ان کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

باقی صبر کا دامن ہر حال میں ہم نے تھامنا ہے، امن قائم کرنے کے لیے سب کی ذمہ داری ہے، صرف ہماری ہی نہیں اس لیے کہ وطن عزیز ہمارے بزرگوں نے بنایا ہے، پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جو ہمارے بزرگوں کی جدوجہد سے بنا ہے اس لیے ہم ہر حال میں اپنے ملک اپنے وطن اپنے علاقہ میں امن چاہتے ہیں اور ہمارے بھائیوں اور عزیزوں نے دس محرم الحرام کے موقع پر ساہیوال میں خاص طور پر جو امن قائم کیا ہے وہ سب ان ہی کے تعاون سے ہوا ہے، اگر ہم امن نہ چاہتے، بدامنی کا ہمارا مظاہرہ ہوتا تو یہاں قیامت قائم ہو جاتی لیکن ہم اس کے حق میں نہیں ہیں، عملی طور پر بھی آپ سب نے دیکھ لیا، اس کا اعتراف سب کو ہے غیروں کو بھی ہے اور اپنوں کو بھی، اس میں آپ لوگوں کا بڑا کردار ہے کہ آپ نے قیام امن میں بھرپور تعاون کیا ہے اور عملی طور پر اس کا نمونہ سامنے آیا کہ ہم امن پسند ہیں اور ہم ان شاء اللہ امن قائم رکھیں گے، یہ ملک اور وطن ہمارا ہے، پاکستان کا پہلا پرچم علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی نے لہرایا۔ یہ دونوں

ہمارے بزرگ اور میرے والد صاحب کے استاذ ہیں، میرے دادا استاذ ہیں۔

پاکستان ہمارے بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے ہم ہر حال میں یہاں امن چاہتے ہیں۔حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر فرمایا کرتے تھے انتظامیہ کے لوگ چھوٹے سے لے کر بڑے تک تنخواہ دار ہیں سب تنخواہ لے کر امن قائم کرتے ہیں جبکہ ہم بغیر تنخواہ کے اپنا دینی اور مذہبی فریضہ سمجھ کر ملک میں امن قائم کرتے ہیں، ہم اس کو اپنا اسلامی فریضہ سمجھتے ہیں۔

البتہ جو لوگ تخریب کار عناصر ہیں ،ان پر کڑی نظر رکھنا یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، یہ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ واقعہ اور حادثہ جو اب پیش آیا یہ معمولی نہیں ہے، ایک غیر معمولی نوعیت کا واقعہ ہے، جنازہ کے موقع پر بھی میں نے یہی گزارش کی اور اب بھی یہی گزارش ہے کہ دیکھئے آپ مظلوم ہیں آپ پر ظلم ہوا لیکن آپ اپنے کسی طرز عمل اور فعل سے ظالم نہ بنئے ،آپ قانون کو ہاتھ میں نہ لیں اسی میں ان شاءاللہ ہماری کامیابی ہے۔ان شاءاللہ اصل ملزمان کیفر کردار تک پہنچیں گے ،اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں ،اپنے ملک اور وطن کے لیے دعا کیجئے ، رائیونڈ کا عظیم اجتماع ہو رہا ہے عالمی اجتماع ،دعا کیجئے کہ وہ خیر وعافیت کے ساتھ اختتام پذیر ہو،کوئی وہاں ناخوشگواری کا واقعہ نہ ہو،اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے ،سب کے لیے دعا فرمائیں۔

نوشہرہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا مجاہد صاحب رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے ان کا بھی انتقال ہوا ان کے لیے بھی دعا کیجئے اور حضرت مولانا جمشید صاحب کا بھی انتقال ہوا ہے جو رائیونڈ میں مقیم تھے ، ہمارے بزرگ تھے ،حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے ،اور اسی طرح جتنے بھی حضرات دنیا سے جا چکے ہیں سب کے لیے دعائیں کیجئے ،اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے ،

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

مسئلہ تقدیر سے متعلق بعض شبہات کا ازالہ

بہت سے لوگوں کو کم فہمی یا نافہمی سے تقدیر کے متعلق جو شبہات ہوتے ہیں ، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً ان کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل تین اشکال مشہور ہیں:

اول یہ کہ دنیا میں اچھا برا جو کچھ ہوتا ہے، اگر یہ سب اللہ ہی کی تقدیر سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کو مقدر کیا ہے تو پھر اچھائیوں کے ساتھ تمام برائیوں کی ذمہ داری بھی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ پر آئے گی۔

دوسرے یہ کہ جب سب کچھ پہلے سے من جانب اللہ مقدر ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر اٹل ہے، تو بندے اسی کے مطابق کرنے پر مجبور ہیں ، لہٰذا انہیں کوئی جزا سزا نہ ملنی چاہئے۔

تیسرا شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے، جب وہ سب پہلے سے مقدر ہی ہو چکا ہے اور اس کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا ہے، تو پھر کسی مقصد کے لیے کچھ کرنے دھرنے کی ضرورت ہی نہیں ، لہٰذا دنیا یا آخرت کے کسی کام کے لیے محنت اور کوشش فضول ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تینوں شبہے تقدیر کے غلط اور ناقص تصور سے پیدا ہوتے ہیں۔

عرض کیا جا چکا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کے علم ازلی کے مطابق ہے، اور اس کارخانۂ عالم میں جو کچھ جس طرح اور جس صفت کے ساتھ اور جس سلسلہ سے ہو رہا ہے وہ بالکل اسی طرح اور اسی صفت اور اسی سلسلہ کے ساتھ اس کے علم ازلی میں تھا، اور اسی طرح

اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدر فرما دیا ہے۔

اور ہم میں سے جو شخص بھی اپنے اعمال وافعال پر غور کرے گا وہ بغیر کسی شک شبہ کے اس حقیقت کو محسوس کرے گا کہ اس دنیا میں ہم جو بھی اچھے یا برے عمل کرتے ہیں وہ اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں، ہر کام کرنے کے وقت اگر ہم غور کریں تو بدیہی اور یقینی طور پر محسوس ہوگا، کہ ہم کو یہ قدرت حاصل ہے کہ چاہیں تو اس کو کریں، اور چاہیں تو نہ کریں، پھر اس قدرت کے باوجود ہم اپنے خداداد ارادے اور اختیار سے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں، اور اسی فیصلے کے مطابق ہمارا عمل ہوتا ہے، پس اس عالم میں جس طرح ہم اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنے تمام کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ازل میں اسی طرح ان کا علم تھا، اور پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو مقدر فرما دیا اور اس پورے سلسلے کے وجود کا فیصلہ فرما دیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے صرف ہمارے اعمال ہی کو مقدر نہیں فرمایا ہے بلکہ جس ارادہ اور اختیار سے ہم عمل کرتے ہیں وہ بھی تقدیر میں آچکا ہے، گویا تقدیر میں صرف یہی نہیں ہے کہ فلاں شخص فلاں اچھا یا برا کام کرے گا، بلکہ تقدیر میں یہ پوری بات ہے کہ فلاں شخص اپنے ارادہ واختیار سے ایسا کرے گا، پھر اس سے یہ نتائج پیدا ہوں گے، پھر اس کو یہ جزا یا سزا ملے گی۔

الغرض! ہم کو اعمال میں جو ایک گونہ خود اختیاری اور خود ارادیت حاصل ہے جس کی بنا پر ہم کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں، وہ بھی تقدیر میں ہے اور ہمارے اعمال کی ذمہ داری اسی پر ہے، اور اسی کی بنا پر انسان مکلّف ہے، اور اسی پر جزا وسزا کی بنیاد ہے۔

بہر حال تقدیر نے اس خود اختیاری اور خود ارادیت کو باطل اور ختم نہیں کیا بلکہ اس کو اور زیادہ ثابت اور مستحکم کر دیا ہے، لہٰذا تقدیر کی وجہ سے نہ تو ہم مجبور ہیں اور نہ ہمارے اعمال کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔

ایسے ہی جن مقاصد کے لیے ہم جو کوششیں اور جو تدبیریں اس دنیا میں کرتے ہیں ،تقدیر میں بھی ہمارے ان مقاصد کو ان ہی تدبیروں اور کوششوں سے وابستہ کیا گیا ہے۔

الغرض! تقدیر میں صرف یہ نہیں ہے کہ فلاں شخص کو فلاں چیز حاصل ہو جائے گی، بلکہ جس کوشش اور جس تدبیر سے وہ چیز اس دنیا میں حاصل ہونے والی ہوتی ہے،تقدیر میں بھی وہ اسی تدبیر سے بندھی ہوئی ہے۔

بہرحال جیسا کہ عرض کیا گیا تقدیر میں اسباب ومسببات کا پورا سلسلہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ اس دنیا میں ہے۔پس یہ خیال کرنا تقدیر میں جو کچھ ہے وہ آپ سے آپ مل جائے گا اور اس بناء پر اس عالم اسباب کی کوششوں اور تدبیروں سے دست بردار ہونا دراصل تقدیر کی حقیقت سے ناواقفی ہے۔

حدیث نمبر٦٤ و٦٥ میں بعض صحابہ کے سوالات کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے۔

الغرض! اگر تقدیر کی پوری حقیقت سامنے رکھ لی جائے ،تو ان شاء اللہ اس قسم کا کوئی شبہ بھی پیدا نہ ہوگا،واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم ۔

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا ایک صاحب کا خط آیا کہ میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اس پر نظر اصلاح کر دو، میں نے جواب لکھا کہ مجھے تو فرصت نہیں اور دوسروں سے بلا معاوضہ کام نہیں لیتا اگر معاوضہ دو گے تو کسی سے کام کرادوں گا، انہوں نے لکھا کہ بہت دین فروشی کر چکے ہو اب تو نہ کرو، پھر فرمایا ایسے لوگوں سے رنج نہیں ہوتا ہے، رنج تو ہوتا ہے خلاف توقع سے سوان سے توقع ہی کیا تھی اور جب کسی سے توقع ہی نہ رکھی جائے تو رنج ہی نہیں ہوگا ؎

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

پھر فرمایا بلکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت ہے کہ عجب کا علاج ہو جاتا ہے، جیسے بخار میں گولی مل جائے کنین کی تو بہت ہی اچھا ہے اور یہاں تو (نعمت) کونین کی ہے، غرض ایسے اعتراضوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ایسے ہیں جیسے کوئی اختلافی مسئلہ، اگر ایک معتقد ہے تو ایک غیر معتقد اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ صواب کس کی رائے ہے تو اس تردد سے عجب کا تو علاج ہو جاتا ہے۔

ایک صاحب نے بنگال سے لکھا کہ لکھنؤ آنے کی اجازت چاہتا ہوں اور اگر وہاں حضرت نہ ملے تو جہاں تشریف رکھتے ہوں وہاں کی اجازت چاہتا ہوں، جواب ارقام فرمایا اس وقت تھانہ بھون جا رہا ہوں اجازت لینے کا وہاں خط لکھو، پھر فرمایا کہ وہاں کی ساری مصلحتوں پر یہاں بیٹھے ہوئے کیسے نظر ہو سکتی ہے اس لئے یہاں سے تھانہ بھون جانے نہ جانے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

ایک انگریزی خواں شخص کا خط آیا کہ اس نے انگریزی اس لئے پڑھی تھی کہ

معاش میں سہولت ہومگر چار سال ہو گئے ٹھوکریں کھاتے ہوئے ، وائسرائے کے یہاں کوئی جگہ خالی ہوئی ہے تو ڈھائی ہزار درخواستیں پہنچتی ہیں پھر لکھا ہے کہ آپ آیت کریمہ کا ختم کرا کے دعا کیجئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت سے مجھے کامیابی ہو جائے ،فرمایا بس لوگوں نے اللہ کے کلام کی یہ برکت دیکھ رکھی ہے حالانکہ اس کی برکت کی حقیقت خود اس میں مذکور ہے كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا اياته وليتذكر اولوا لالباب تو اس کی برکت کی روح تدبر وتذکر ہے یہ نہیں فرمایا کہ لیــرقـوا بــہ مگران کا کیا قصور غرض پرست لوگوں نے بگاڑ دیا ہے۔

فرمایا منگلور کے ایک پرانے آدمی جو دفتر نہر میں نوکر تھے میں جس زمانہ میں کانپور تھا یہ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک پیر صاحب وہاں اپنے مرید کے گھر آئے ، یہ مرید کھیتی باڑی کرتے تھے اور اکثر باہر جنگل میں رہتے تھے پیر صاحب آئے اور بے تکلف گھر میں چلے گئے کیونکہ پیر سے کیا پردہ ،ان کی بیوی نے لڑکے سے کہا کہ اپنے باپ کے پاس جا کر کہہ دے کہ پیر صاحب آئے ہیں ان کے گھوڑے کے واسطے گھاس لیتے آنا وہ گیا اور خبر کی ، اس نے پوچھا تیری ماں کہاں ہے لڑکے نے کہا پیر صاحب کے پاس بیٹھی ہے ، بہت غصہ آیا ،گھر آ کر دروازہ پر آواز دی کہ میں آ جاؤں عورت نے کہا یہاں کون ہے ،انہوں نے کہا پیر صاحب ہیں گھر کے مالک ،ان سے اجازت تو لے لوں ، پیر صاحب اس طعن پر بہت خفا ہوئے کہ مردود ہو گیا ہے مرتد ہو گیا ہے اور خود اٹھ کے چوپال میں چلے گئے ،مرید کھانے کے وقت بلانے گیا تو انکار کر دیا کہ جا مردود تو مرتد ہو گیا اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بس چل بھی ،لوگ ہنسیں گے کہ پیر مرید میں لڑائی ہو رہی ہے اور چپ کے سے کان میں کہا میں ایک روپیہ دیا کرتا تھا اب کے دو دیدوں گا ،بس اٹھ کے ساتھ ہو لئے ۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

باہمی اختلاف سے اجتناب کامیابی کا ضامن ہے

فقیہ العصر حضرت ترمذی رحمہ اللہ پاکستان کی چندان شخصیات میں سے تھے جن کے تقویٰ وتدین اور رسوخ فی العلم، تفقہ اور تصلب فی الدین پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا تھا وہ مصلح امت تھے اپنی خانقاہ کے ذریعے سینکڑوں بندگان خدا کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ وفات سے چند ماہ قبل ضرب مومن کے سیار نمائندہ مولوی محبوب الرحمٰن نے حضرت رحمہ اللہ سے امت مسلمہ کو درپیش اجتماعی مسائل کے حوالے سے ایک انٹرویو کیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے نمائندہ ضرب مومن کو نہایت وسعت قلب کے ساتھ مختلف سوالات کے جوابات دیئے، یہ جوابات حضرت کے دردِ دل اور سوز دروں کے آئینہ دار ہیں۔ علم وتقویٰ، تدبیر و حکمت کی بھرپور جھلک ان میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس انٹرویو کا ایک حصہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمائندہ ضرب مومن:

حضرت بحیثیت مجموعی ہم انتشار کے دور سے گذر رہے ہیں ۔ اسلام اور مسلمانوں پر کڑا وقت آیا ہوا ہے ۔ خاص طور پر حرمین شریفین غیروں کی نظر میں ہے اور وہ تقریباً ان کے چنگل میں آنے والا ہے جیسا کہ بیت المقدس ان کے چنگل میں جا چکا ہے تو اس سلسلے میں ہمیں کیا کردار ادا کرنا چاہئے ؟ دین کا کام کرنے والوں کیلئے حضرت کا کیا پیغام ہے؟

حضرت ترمذی:

یہ ظاہر ہے کہ اجتماعی کام بغیر اجتماعیت کے نہیں ہوسکتا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یاایھاالذین اٰمنوا اذالقیتم فئة فاثبتوا واذکرواللّٰہ کثیرالعلکم تفلحون'' واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم''یعنی جب غیروں سے مقابلہ ہو تو ان آیات میں چار چیزوں کا حکم دیا گیا۔ جو کام بھی شروع کرنا ہو اس میں ثابت قدمی ہونی چاہئے جس کا مطلب یہ ہے کہ نصب العین سے نہ ہٹنے پائے بلکہ اس پر جما رہے اس کیلئے

اللہ کا ذکر کیا جائے کیونکہ ذکر اللہ میں برکت ہے اوراس کی برکت سے ثابت قدمی اور استقلال نصیب ہوتا ہے اور دل مضبوط ہوتا ہے اس لئے ذکر اللہ کی کثرت ہونی چاہیے، اطیعو اللہ و رسولہ یعنی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو، حلال اور حرام کی تمیز کرے ہر برائی سے بچا جائے اور نیکی کی طرف رغبت کرے ،اس امر میں روحانی پہلو سے رہنمائی کرنی مقصود ہے۔آگے جو فرمایا و لاتنازعوا تو اس میں سیاسی پہلو سے رہنمائی مقصود ہے۔یعنی اتفاق سے رہنا، اکٹھے رہنا، اور باہم اختلاف سے اجتناب کرنا، یہ سیاسی پہلو سے مضبوط بناتا ہے اور اسی میں کامیابی مضمر ہے جو تنازع سے بچنے کی صورت میں ہی مل سکتی ہے اور اگر تنازع ہوگا تو پھر بزدلی اور اجتماعی قوت کا انتشار اس کا نتیجہ ہوگا۔دشمن سمجھے گا یہ تو کانھم بنیان مرصوص (سیسہ پلائی دیوار) کی بجائے الگ الگ بکھرے ہوئے گروہ ہیں۔لہٰذا اگر یہ باہم مضبوطی سے مل جائیں تو بنیان مرصوص ہیں، جیسے ایک دھاگہ کوئی قوت نہیں رکھتا بلکہ کمزور تر ہوتا ہے لیکن بہت سارے دھاگے مل جائیں تو وہ مضبوط رسی بن جاتی ہے،اسی لئے فرمایا تنازع سے بچو اور کرنے کے کام یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت بجالاؤ اور جب اطاعت والا امر زندہ ہوگا تو تنازع کا خود بخود خون ہو جائے گا کیونکہ تنازع ہوتا ہی وہاں ہے جہاں اطاعت نہ ہو جہاں اللہ رسول کی اطاعت ہوگی وہاں تنازع قطعاً نہیں ہوگا (اس کیلئے) دوسروں کو الزام دینے سے گریز کیا جائے، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اپنا محاسبہ خود کیا جائے''بل الانسان علی نفسه بصیرة۔ ترجمہ (بلکہ انسان خود اپنی حالت پر مطلع ہے) انسان کو خود دیکھنا چاہئے کہ میرے اندر کیا کوتاہی ہے اور پھر اسکا مداوا کرے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انسان کی فطرت ہے کہ اس کے سامنے اپنی اچھائیاں اور دوسروں کی برائیاں ہوتی ہیں حالانکہ اپنی برائیاں اور دوسروں کی اچھائیاں دیکھنی چاہئیں اور یہ کام انتہائی مشکل بھی ہے اور بہت بڑی کمزوری ہے جو اطاعت کے

خلاف ہے۔نصرت خداوندی کا وعدہ نصرت دین کے ساتھ ہے اور نصرت دین سے مراد اطاعت ہی ہے لہٰذا جب اطاعت نہ ہوگی تو نصرت خداوندی کہاں سے آئے گی۔میری گذارش تو دوستوں ،عزیزوں سے ہمیشہ یہی رہی ہے کہ پہلے اپنے آپ کو سنبھالو اپنی کوتاہیاں دور کروان شاءاللہ سب کام صحیح ہو جائیں گے۔اس کے برعکس اپنی اصلاح چھوڑ کر دوسروں کی فکر میں مگن رہے تو انتشار کی خلیج مزید وسیع تر ہوتی چلی جائے گی۔آپ دیکھیں ہمارے اکابر نے اس نیت سے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا تھا کہ ہم یہاں اسلام کی باغ و بہار دیکھیں گے۔ہمیں دوسرے لیڈروں سے بحث نہیں ہے ان کی نیت تو اس وقت بھی خراب تھی اور یہ سب کو معلوم تھا کہ وہ کس قماش کے لوگ ہیں ،لیکن پھر بھی ہمارے اکابرین نے اسلام کی آبیاری کیلئے اس خطۂ زمین کی آرزو کی تھی لیکن آج تک ہم باہمی تنازعات کی وجہ سے اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکے اور اس کیلئے ہم سے کوئی منظّم کوشش نہ ہوسکی ،جس مقصد کیلئے پاکستان بنا وہ مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہوا اور نہ ہی اب تک کسی نے خلوص کے ساتھ عملاً اسلام نافذ کرنے کی کوشش کی ،جزوی طور پر اگر چہ بہت کچھ ہوا جیسے بعض اسلامی دفعات قانون میں آ گئیں ،لیکن اصل مقصد سے ہم محروم ہیں ، اور یہ صرف تقریر کر لینے یا اخبارات اور رسائل میں لکھ دینے ہی سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس کیلئے ایک منظّم مجتمع اور ہمہ گیر جدو جہد کی ضرورت ہے جس کے نتیجے میں ہمارا اسلامی نظام مضبوط ہوگا جو ہمارے ہندوستانی مسلمانوں اور کشمیر کے مسلمانوں کی مضبوطی کا بھی ضامن ہے۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم اعمال میں کوتاہی کرتے ہیں اور حکومت کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کا نفاذ کرے گی تو ہم عمل کریں گے حالانکہ وہ تو بے دین حکومت ہے۔وہ ایسا کبھی نہیں کرے گی اور ہم اس انتظار میں ہیں۔جو چیزیں ہماری دسترس میں نہیں ہیں ،اگر ان پر عمل کرنے سے قاصر ہیں تو کم از کم ان چیزوں پر عمل کرنا لازمی ہے جن کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔یعنی اصل مقصد تو یہی ہے کہ معاشرہ میں مکمل اسلامی نظام قائم کیا جائے،

لیکن جس چیز میں رکاوٹ نہیں ہے اس پر تو خود عمل کریں اور ساتھ ساتھ اپنی دینی اجتماعی قوت کو فروغ دیں۔

یاد رکھیں مادی قوت دینی قوت کے تابع ہے ،لہٰذا اول الذکر کے ساتھ ساتھ مؤخر الذکر پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

میں نے ایک مرتبہ مفتی رشید احمد صاحب (وہ میرے ساتھ بہت محبت کرتے ہیں دوست تو میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ بڑے آدمی ہیں ، البتہ محبت بہت کرتے ہیں اور ہماری باہم بے تکلفی بھی ہے کیونکہ وہ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ سے بیعت ہیں اور میں بھی انہی سے بیعت ہوں) سے میں نے کہا کہ آپ کے بزرگوں نے پاکستان کا ساتھ دیا تھا۔ ان کا مقصد اسلامی نظام کا نفاذ تھا اور اس وقت آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے کام کر رہے ہیں اور یہ بالکل درست ہے اور ضرور کرنا چاہئے ،لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ کے بزرگوں کا جو مقصد تھا اس کو حاصل کرنے کیلئے آپ کیا کر رہے ہیں اور اب تک کیا لائحہ عمل اختیار کیا ہے؟ مسکرا کر فرمانے لگے موضوع تو آپ نے بہت اچھا چھیڑ دیا اور اس کے لیے کام کرنا بھی چاہئے آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں بتائیں کیا کرنا چاہئے؟ مشورہ ہوا تھا کہ علماء کی شوریٰ بلا کر لائحہ عمل طے کیا جائے۔

یہ بات میں نے اس لئے سنائی کہ ہمیں بھی یہ فکر ہے اور ہونی چاہئے ،لیکن اس کی عملی صورت یہ ہے کہ اپنے نفس سے شروع کیا جائے اور اس کو مارا جائے ،اسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع کیا جائے۔ ہمارے ہاں ایک جماعت بنتی ہے تو اس کے بعد دو تین اور بن جاتی ہیں (یہ کیوں ہے؟) اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس نہیں مرا، فلاں صدر کیوں ہے، فلاں سیکرٹری کیوں ہے، ہم بس انہیں چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ چند دن پہلے میرے پاس حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ تشریف لائے ہوئے تھے میں نے ان سے ہنستے ہوئے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کے ۷۲ فرقے ہوں گے،

کیا یہ سارے دیوبندیوں میں ہی ہوں گے، آخر ہمارے اوپر یہ مصیبت کیوں ہے؟ یہ کتنی اچھی جماعت کہلاتی تھی اور واقعی دنیا میں اس جیسی جماعت کوئی نہیں ہے۔لیکن ہم نے آج کیا کر رکھا ہے ۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت حاجی امداداللہ رحمہ اللہ کے حوالے سے فرمایا کہ اتفاق کی بنیاد تواضع ہے جب ہر کوئی اپنے آپ کو دوسرے سے کم تر سمجھے گا تو اختلاف ہی نہیں ہوگا۔لیکن ہمارے طرز عمل سے اختلاف بڑھتا ہی چلا جاتا ہے ۔ یہ محض تکبر کا نتیجہ ہے ،حالانکہ ایک عقیدہ ایک مسلک ومشرب ایک استاذ ،ایک درس گاہ،لیکن اتفاق پھر بھی ناپید ہے۔اختلاف صحابہ میں ہوا تھا لیکن ہرقل رومی کی بات کا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنا پیارا جواب دیا تھا ''میرے بھائی کے خلاف اگر کچھ اقدام کیا تو اس کے حق میں سب سے آگے مجھے پاؤ گے''ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں،سمجھتے ہیں، دیکھتے ہیں، پھر بھی عمل نہیں ہوتا،اگر کوئی قوت جامع ایسی نہیں ہے جو طاقت سے اس اختلاف کو ختم کر دے تو کم از کم اخلاقاً ہی ہم سب کو اس پہلو پر فکر کرنی چاہئے۔

ان حضرات سے رابطہ رکھنا ضروری ہے جو صاحب عزت وصاحب قدر ہیں اور جن کا معاشرہ پر اثر ورسوخ ہے اور ان سے اس کام کے کرنے کی درخواست کی جائے ، دیوبند میں دوستوں نے تقریر کرنے کیلئے انجمن بنائی ۔میں نے کہا ارشاد خداوندی ہے ''الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوالزکوٰۃ (ترجمہ: یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں) یہاں ان مکناھم کے بعد آگے اقاموا الصلوٰۃ واتوزکوٰۃ کو تو کرتے نہیں ہیں۔بس صرف ان مکناھم پر اٹکے ہوئے ہیں اور وہ بھی حاصل نہیں کر سکے۔میں اپنے خیال میں عرض کرتا ہوں کہ فی الحقیقت پاکستان کو مظبوط رکھیں،اس کی مضبوطی سے افغانستان اور کشمیر دونوں مظبوط ہوں گے اور پاکستان اسلامی نظام سے مضبوط ہوگا اور عملاً جب تک یہ مظبوط نہیں ہوجاتا ہم بھی بالکل محفوظ نہیں ہوں گے۔ابھی ہماری حکومت جیسی کیسی بھی ہے،لیکن اس کی

حمایت سے افغانستان کی حالت بہت اچھی ہے ۔ورنہ امریکہ تو اپنے مفاد کے پیش نظر وہاں سے روس کا انخلاء چاہتا تھا اور بس ! جب وہ نکلا تو اس نے بھی آنکھیں بدل لیں لیکن ہم اگر امارت اسلامی کو نہ مانیں بایں وجہ کہ روس کا انخلاء امریکہ کے عمل دخل کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا تو یہ بات ہمارے اپنے نقصان میں جائے گی ،اسی طرح پاکستان کے اسلامی استحکام کی طرف ہم اگر بایں وجہ توجہ نہ دیں کہ یہ تو انگریزوں نے بنایا ہے تو یہ بھی ہماری سنگین غلطی ہوگی ، لہٰذا ہم پاکستان کو ایک اسلامی ملک تسلیم کرتے ہوئے خیر کے پہلو کی طرف خاص توجہ دیں۔

نمائندہ ضرب مومن:

اس وقت ہمارے اسلامی مراکز حرمین شریفین کے نزدیک کفار کی فوجیں براجمان ہیں عربستان میں ان کے بری، بحری وفضائی اڈے اور چھاؤنیاں بن چکی ہیں تو کیا ایسی صورت میں ان کا مکمل قبضہ نہیں ہو جائے گا؟ اس کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

حضرت ترمذی:

ظاہر ہے یہ تو بہت خطرناک بات ہے اس کیلئے ہمارے اپنے ملک کا استحکام اور تمام مسلم ممالک کی متحدہ اور مشترکہ پالیسی ہونی چاہئے کیونکہ یہ تمام مسلمانوں کا مشترکہ مسئلہ ہے اس لئے تمام ممالک مل کر سعودی حکومت پر زور ڈالیں لیکن المیہ یہ ہے کہ باوجودیکہ وہ اسلامی ملک ہے اور حکومت بھی اسلام کے نام پر ہے مگر وہ بھی تو آپ کا ساتھ نہیں دے رہی ہے اس لئے ہم سب کو اس بارے میں سوچ وبچار کرنی ہوگی کیونکہ حرمین شریفین کا تحفظ سب کی ذمہ داری ہے یہ حرمین شریفین کے تقدس کے منافی ہے کہ کوئی غیر مسلم فوج وہاں ٹھہرے۔

نمائندہ ضرب مومن:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسامہ بن لادن ایک فرد واحد ہی تو ہے دفع مضرت کے

اصول کے تحت اس کو کفار کے حوالے کر دینا چاہئے اس سلسلے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

حضرت ترمذی:

نہیں بالکل نہیں ! اسامہ کو کفار کے حوالے کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ، ملک کے تحفظ کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں ، افغانستان کا تحفظ صرف اسامہ کے حوالے کرنے پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو کفار کی ایک ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

نمائندہ ضرب مومن:

اسلامی تاریخ جنگوں سے بھری پڑی ہے کیا کوئی اسی مثال ہے کہ مسلمانوں نے کسی بے گناہ مسلمان کو کفار کے حوالے کر کے اپنا تحفظ کیا ہو اور اس کو کفار کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہو؟

حضرت ترمذی:

نہیں نہیں ، بالکل نہیں ! اور انہیں ہم اپنے اختیار سے کیونکر حوالے کریں ہم تو حوالے کرنے کے بعد بھی محفوظ نہیں ہو سکتے کیونکہ جیسے میں نے بتایا نا کہ یہ تو کفر کی ایک ضد برائے ضد ہے اصل بات تو یہ ہے کہ اسلامی حکومت ان کو نہیں بھاتی۔

نمائندہ ضرب مومن:

لیکن بعض مسلم ممالک بھی اسی پر زور دے رہے ہیں؟

حضرت ترمذی:

ان کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کیونکہ کل وہ کفار کسی اور چیز کا مطالبہ کر بیٹھیں گے تو پھر؟

اگر اسامہ کو حوالے کر دیا جائے تو پھر جہاد کا کیا مقصد رہے گا، حکم ہے کہ اگر ایک بالشت زمین بھی کافروں کے تسلط میں چلی جائے تو اس کیلئے بھی لڑنا ضروری ہے چہ جائیکہ اتنے بڑے مجاہد کو حوالے کر دیا جائے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جن کی یہ رائے ہے ان کو حوالے

کردیا جائے۔

ضرب مومن:

اس وقت طالبان کی حکومت قائم ہوچکی ہے ہمارے ہاں جتنی بھی جماعتیں و مدارس ہیں ان سب کی کیا ذمہ داری ہے تا کہ ریاست اسلامی قائم ہو؟

حضرت ترمذی:

ہر شعبے والا اپنی حیثیت کے اعتبار سے امارت اسلامیہ کے ساتھ تعاون کرے ظاہر ہے سب کیلئے ایک ہی طریقہ تو نہیں ہوسکتا اس لئے جو جتنا اور جس قدر تعاون کرسکتا ہے کرے اپنی استطاعت کے مطابق، جیسے قرآن کی آیت سے بھی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین اور جہاد کا حکم ساتھ ساتھ دیا ہے ایک تفقہ فی الدین میں لگا ہوا ہے دوسرا جہاد میں اور یہی تقسیم کار ہے، ایک دوسرے سے مل کر کام چلایا جائے بقدر استطاعت بایں طور کہ ہر شعبہ اپنی اپنی جگہ قائم رہے۔

ضرب مومن:

مقصد یہ ہے کہ اس وقت ہماری قوت ایک بڑے کام کی طرف نہیں ہو رہی بلکہ اپنے اپنے حلقے میں بس محدود سی ہو کر رہ گئی ہے اور ہر ایک کا رجحان تقریباً کلی طور پر اپنے ہی محدود حلقہ تک ہے تو اس بکھری ہوئی قوت کو کس طریقہ سے ایک متحدہ پلیٹ فارم پر لایا جائے تا کہ ہماری صفیں مضبوط ہوں؟

حضرت ترمذی:

اپنی اپنی جگہ ہر شعبہ رہے اور متعلقہ شعبے کو بھی فعال رکھا جائے مگر اس اجتماعی کام میں بھی شریک ہوں جیسے ایک درخت کی ہر ہر شاخ کی حفاظت ضروری ہے مگر اس سے بڑھ کر جڑوں کا تحفظ انتہائی اہم ہے، آپ نے جو انفرادی کام بتائے ہیں ان کے ساتھ اجتماعی کام کو بھی آگے بڑھانا ان کیلئے کوئی مانع نہیں ہے اپنی جگہ ان کو بھی کریں اور اس کو بھی کریں

ان میں کوئی تضاد تھوڑا ہی ہے، عملاً اگر چہ ایسا نہیں ہو رہا لیکن اس کمزوری کو دور کیا جائے، کیونکہ ان سب میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے اصل کو اصل اور فرع کو فرع کے درجہ میں رکھ کر سب کا تحفظ اور سب کیلئے کام کیا جائے اور اپنی اس کمزوری کو دور کیا جائے، ہم نے ان امور کے درمیان جو تعارض و تضاد کے پردے حائل کر رکھے ہیں انہیں چاک کر کے دین کے ہر شعبے کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے۔ایک مشترکہ کام کا ہونا ضروری ہے جس میں سب حصہ لیں اس کیلئے کوئی نظم تشکیل دیا جائے کہ ہر فرد کردار ادا کر سکے ایسے یہ نہ ہو کہ وہ (مجاہد) بھی ایک طرف رہیں اور یہ (علماء) بھی ایک طرف لگے رہیں الاہم فالاہم کے اصول پر عمل ہو۔

لہٰذا پہلے خود متحد ہو کر کسی ایک فارمولے کے تحت منظّم اقدام کیا جائے اور بالخصوص جہاد سے منسلک حضرات کو سب سے پہلے اس کا عملی مظاہرہ کرنا ہوگا پھر ان شاء اللہ ہماری بات بھی مؤثر ہوگی اور ہمارے کام کا بھی کوئی نتیجہ نکلے گا ورنہ پہلی صورت میں جب اپنی طاقت اندر ہی سے منتشر ہوگی اور اس کے حصے بخرے ہوں گے تو آگے یہ آواز کیسے مؤثر ثابت ہوگی اس میں یہ پہلو انتہائی قابل غور ہے اس پر عمل درآمد ہو جائے تو ان شاء اللہ آگے راہیں کھلتی چلی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللّٰہ لمع المحسنین "

ترجمہ: (جو اللہ کے دین کیلئے کوشش کرے گا اللہ اس کیلئے راستے کھول دیں گے اور بے شک وہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔)

(بحوالہ حیات ترمذی: ص ۱۷۵)

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

یادگار واقعات (قسط۲)

''یادگار واقعات'' کے عنوان سے فقیہ العصر یادگار سلف مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنے ہوئے واقعات وارشادات پیش کیے جارہے ہیں، یہ اس کی دوسری قسط ہے قارئین کرام نوٹ فرمالیں (ادارہ)

ایک خاص دعاء

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جامعہ حقانیہ اور مساجد میں قران کریم مکمل ہوتا ہے اس پر حضرت اقدس قدس سرہ وعظ فرماتے تھے جس سے سامعین کو بہت نفع ہوتا اور سنانے والے طلباء کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی اور اس طرح مختلف مساجد میں ایک مرتبہ سالانہ حاضری اور ہر محلّہ میں تبلیغ بھی ہوجاتی حضرت اقدس کے یہ بیانات نہایت مفصل اور مدلل اور عین مقتضائے حال کے مطابق ہوتے تھے انہوں نے ان بیانات کے ذریعہ بڑی محنت سے عوام کے عقائد واعمال کی اصلاح کیلئے ذہن سازی فرمائی انہی بیانات اور آپ کی محنت وکوشش کا نتیجہ تھا کہ ہر محلّہ سے عوام مسائل کیلئے آپ کی طرف رجوع اور آپ پر اعتماد کرتے تھے بہر حال یہ سلسلہ شروع سے ہی قائم تھا اور آپ اس کو بڑی خوبی سے نبھاتے اس مصروفیت کی وجہ سے آپ اعتکاف بھی نہ فرما سکے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اسی مصروفیت کے باعث اعتکاف بھی نہ کرسکا حالات کے پیش نظر اس سلسلہ کی اہمیت نفلی اعتکاف سے کہیں زیادہ تھی الغرض اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت اقدس محلّہ قصاب مسجد عثمانیہ میں بیان کیلئے تشریف لے گئے اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ احقر جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث کے بعد ساہیوال پہنچ چکا تھا حضرت سے قبل کچھ دیر کیلئے ان کے حکم سے بیان بھی کرتا تھا چنانچہ اس موقع پر بھی حضرت کے حکم سے احقر نے وہاں بیان کیا جس کو سامعین کے علاوہ حضرت اقدس نے بے حد پسند فرمایا اپنے وعظ میں اس کا بطور خاص ذکر

کیا اور اس روز آیت قرآنی الحمد للّٰہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحق الایۃ پر بیان کیا اس میں آپ نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ عبدالقدوس نے جب پہلی مرتبہ حقانیہ مسجد میں قرآن کریم سنایا تو میں اس کیلئے دعاء کیا کرتا تھا جس کے الفاظ میں نے یہ تجویز کیے تھے ایدك اللّٰہ بروح القدس حضرت حسان رضی اللہ عنہ کفار کی ہجو کا جواب دے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع فرماتے تو ان کیلئے مسجد نبوی میں منبر لگایا جاتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور کفار کو جواب دیتے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوکر ان کو یہ دعا دیا کرتے تے اللھم ایدہ بروح القدس روح القدس سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین کا لقب ہے حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ میں نے اس کیلئے دعاء کے واسطے یہی جملہ منتخب کیا ہوا ہے رفع اللّٰہ درجاتہ فی اعلیٰ علیین آمین

قبر پر کتبہ کا شرعی حکم

حضرت مدنی قدس سرہ نے ترمذی شریف کے درس میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی یہ کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا اور بقیع الغرقد میں پہلی قبر ان ہی کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود دفن فرمایا اور پھر پتھر کا ایک ٹکڑا منگا کر قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا ''لاعلم قبراخی ''اس سے قبر پر پتھر لگانے کا جواز معلوم ہوتا ہے حضرت والد صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا حضرت اس حدیث سے وضع حجر کا جواز معلوم ہورہا ہے نہ کہ نصب کا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نصب نہیں کیا تھا حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مقصود قبر کی معرفت ہے جس طرح بھی حاصل ہو نصب سے یا وضع سے دونوں طرح صحیح ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہی بصیرت

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ ایک مرتبہ وعظ کیلئے کہیں تشریف لے گئے

حضرت جدامجد بھی ہمراہ تھے دوران سفر نماز کا وقت ہوا جنگل بیابان میں ایک کنواں نظر پڑا حضرت جدامجد وہاں پہنچے اس پر ڈول رکھا ہوا تھا لیکن یہ معلوم ہونا مشکل تھا کہ ڈول پاک ہے یا نہیں اس لئے حکیم الامت سے عرض کیا کہ حضرت ڈول تو رکھا ہے مگر اس کے متعلق علم نہیں کہ کیسا ہے حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ جنگل ہے آپ اس وقت خانقاہ میں نہیں جنگل میں کھڑے ہیں لہٰذا جب تک اس کے ناپاک ہونے کا قطعی علم نہ ہو اس کو پاک ہی سمجھا جائے گا بلاشبہ وتردد اس سے پانی نکال لیجئے یہ پاک ہے یہاں تدقیق وتحقیق کی حاجت نہیں ہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو پاکستان کے وزیراعظم محمد نواز شریف کو برطرف کر کے جنرل پرویز مشرف صاحب نے اقتدار پر قبضہ کرلیا جو حضرات میاں صاحب کی پالیسیوں سے دلبرداشتہ تھے انہوں نے سکھ کا سانس لیا تقریباً ہر ایک طبقہ کے افراد نے اس عمل کو سراہا مگر حضرت اقدسؒ اس پر خوش نہ تھے فرماتے تھے کہ نواز شریف کی پالیسیوں سے اختلاف اپنی جگہ پر مگر اس کا یہ حل نہیں ہے کہ اس کو الگ کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا جائے اس سلسلہ میں عجیب وغریب خیالات کا اظہار حضرات علماء کرام کی طرف سے سننے میں آرہا تھا مگر حضرت اپنی سیاسی بصیرت کی بنا پر ایک خاص نقطہ نظر رکھتے تھے اس لئے انہیں اس سے اختلاف تھا انہی دنوں آپ کبیر والا دارالعلوم میں تشریف لے گئے وہاں کے حضرات علماء سے آپ نے یہی فرمایا کہ تمہیں کچھ عرصہ کے بعد رحم اللہ النباش الاول کہنا پڑے گا چنانچہ بعد کے حالات نے ثابت کردیا کہ اس سلسلہ میں حضرت کا نقطہ نگاہ سو فیصد درست اور صحیح تھا قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید ایسے حضرات ہی کے متعلق کہا گیا ہے۔

کتب فقہ پر وسیع وعمیق نظر

حضرت نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سرگودھا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب

رائپوری کی خدمت میں حاضر تھا کئی علماء کرام بھی تھے ایک عالم نے غراب کا مسئلہ بیان کیا کہنے لگے کہ ہدایہ میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے بھی اس کو تناول فرمایا ہے لہٰذا اس کے حلال ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے بدعتی بلاوجہ شور کرتے ہیں۔

والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہ تو صحیح ہے کہ غراب زرع اور زاغ معروف حلال ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا ہے وہ کہنے لگے کہ ہدایہ میں اسی طرح لکھا ہے آپ نے ہدایہ منگوا کر ان سے فرمایا کہ اس میں آپ دکھائیں انہوں نے ایک عبارت پیش کی جس میں ارنب اور غراب کی حلت کا ذکر تھا اور نیچے یہ عبارت تھی وقد اکل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم یہ عبارت غراب کے تحت تھی حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ اس کا تعلق ارنب سے ہے غراب سے نہیں آپ کو اس سے مغالطہ ہوگیا ہے اس پر وہ بڑے حیران ہوئے اور غور کے بعد اس کو تسلیم کرلیا۔

ہدایہ کی ایک عبارت

حضرت مولانا مشرف علی تھانوی ایک مرتبہ جامعہ حقانیہ میں تشریف لائے اور احقر سے فرمایا کہ ہدایہ لاؤ میں نے ایک مقام شیخ سے پوچھنا ہے میں نے ہدایہ ان کو دیدی انہوں نے عبارت نکالی جس میں تھا نهى رسول الله صلى الله عليه و سلم عن الصلوٰة بعد الصلوٰة حضرت سے استفسار فرمایا کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے حضرت والد صاحب نے عبارت سنتے ہی اس کی تشریح فرمادی جس کو سن کر موصوف حیرت و استعجاب سے حضرت کی طرف تکنے لگے حضرت نے پوچھا کہ کیا شبہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ بالکل صحیح تشریح فرمائی ہے کوئی شبہ نہیں رہا لیکن میں اس پر حیران ہوں کہ آپ نے عبارت سنتے ہی اس قدر صحیح مطلب بغیر کسی تاویل کے کیسے بیان فرمادیا میں نے بہت سے حضرات سے اس کا مطلب دریافت کیا مگر عبارت حل نہ ہوسکی بالآخر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے اس کو حل فرمایا تھا اور ماشاء اللہ آپ کی تشریح بھی بعینہٖ اسی کے مطابق ہے۔حضرت نے

فرمایا کہ یہ سب والد صاحب کی برکت ہے۔

امداد الفتاویٰ کی ایک عبارت

لاہور دارالعلوم الاسلامیہ میں ایک مرتبہ حضرت اقدس تشریف فرما تھے کہ ایک عالم نے امداد الفتاویٰ جلد سوم کی عبارت جس میں ادھار اور نقد کی صورت میں ثمن کی کمی پیشی کا جواز لکھا ہے پر ایک اشکال کیا کہ یہ سود معلوم ہوتا ہے حضرت نے اس کو کیسے جائز لکھ دیا حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا اس کی دو شقیں ہیں حضرت نے دونوں میں فرق کیا ہے اس عبارت کا یہی مطلب ہے اس کو غور سے سمجھنا چاہئے حضرت کی تقریر سے مسئلہ بے غبار ہو گیا اور اس عالم کی بھی تسلی وتشفی ہو گئی۔

تکفیر روافض پر ایک فتویٰ

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب نے کبیر والا سے ایک مرتبہ امداد الاحکام جلد دوم میں مطبوعہ فتویٰ متعلقہ تکفیر روافض کے متعلق استفسار کیا کہ اس فتویٰ پر لکھا ہے کہ یہ آخری تحقیق ہے اور اسی کے بعد کے حاشیہ پر حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ یہاں تک کے سب فتاویٰ حضرت حکیم الامت تھانوی نے بالالتزام ملاحظہ فرمائے ہیں جس سے واضح ہے کہ یہ فتویٰ حضرت تھانوی کی منشا کے مطابق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روافض کے متعلق حضرت کی تحقیق بھی علی الاطلاق تکفیر کی تھی جبکہ امداد الفتاویٰ میں علی الاطلاق تکفیر کی نفی ہے۔ حضرت نے اس کی تحقیق کیلئے احقر کو حکم دیا احقر نے اس کی مکمل تحقیق لکھ کر خدمت میں پیش کی تو بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور اس تحریر پر وقیع انداز میں تصدیق وتوثیق فرمائی کیونکہ اس بارہ میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی اور حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہما نے بھی احقر کو اس کی تحقیق کیلئے بارہا حکم فرمایا تھا اس لئے میں نے وہ تحریر ان حضرات کی خدمت میں بھی بھیج دی تھی جس پر انہوں نے بھی بڑے جاندار انداز میں تحسین وتصویب فرمائی۔

ایک آیت کی تشریح

صد سالہ اجتماع دارالعلوم دیو بند مارچ ۱۹۸۰ء جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ میں منعقد ہوا حضرت اقدس کے ساتھ احقر کو بھی اس میں شرکت کا شرف ملا والحمد للّٰه علی ذالك ، اجتماع کی ایک نشست میں مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا جاندار اور نہایت فکر انگیز اور مؤثر خطاب کیا جس کا نقش دل پر اب تک قائم ہے حضرت موصوف نے آیت قرآنی واذکرو اذانتم قلیل مستضعفون فی الارض کو جس سیاق وسباق میں پیش کیا حضرت نے فرمایا کہ اس پر غور کی ضرورت ہے اس آیت کا مفہوم اس طرح نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت اپنے سفر نامہ تھانہ بھون و دیو بند میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ’’تقریر کے دوران مولانا ندوی نے ابتدائی دور میں اسلام کے ضعف کی حالت پر آیت مبارکہ یریدون لیطفؤا نوراللّٰه بافواههم کو بھی بطور استشہاد کے پیش فرمایا اور اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ اسلام اس قدر ضعیف تھا کہ مخالفین اس کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے تو میں نے اپنے ساتھی مولانا شمس الرحمٰن کو اشارہ کیا کہ اس آیت کا یہ مطلب فہم ناقص میں نہیں آرہا اس آیت مبارکہ کا مطلب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین اسلام کو ضعیف سمجھتے تھے اور اس کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے مگر وہ قوی اور مضبوط ہے اس کو پھونکوں سے نہیں بجھایا جاسکتا مخالفین نے اسلام کے بارے میں جو نظریہ قائم کیا ہے وہ غلط ہے اسلام ضعیف نہیں ہے کہ اس کو پھونکوں سے بجھایا جاسکے بہر حال آیت مبارکہ میں اس کی قوت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور مخالفین اسلام نے اس کو ضعیف سمجھ کر پھونکوں سے بجھانے کا ارادہ کیا تھا ان کی تغلیط کی گئی ہے‘‘ (ص۱۰)

شرح فقہ اکبر کی ایک عبارت

ایک مرتبہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کے ہمراہ حضرت

اقدس والد صاحب ضلع قصور تشریف لے گئے وہاں ایک مدرسہ کا امتحان تھا اس میں بھی شرکت فرمائی اس کے بعد مولوی غلام دستگیر صاحب کا کتب خانہ دیکھنے کیلئے گئے فرماتے تھے وہاں شرح فقہ اکبر کا ایک قلمی نسخہ دیکھا اس میں ابوین کریمین کے متعلق عبارت ماتاعلی الکفر کے حاشیہ پر مولوی غلام دستگیر نے لکھا تھا ایک ما نافیہ کاتب سے چھوٹ گئی ہے اصل میں ماماتا تھا اس سے اس کی ذہانت کا علم ہو رہا تھا حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اس وقت فرمایا تھا کہ اصل قصور غلام دستگیر قصوری کا ہی تھا مولوی احمد رضا تو اس میں اس کے بعد شامل ہوا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ کا مناظرہ مولوی غلام دستگیر سے ۱۳۰۶ھ میں بہاولپور میں ہوا تھا اس نے ''تقدیس الوکیل عن توهين الرشيد والخليل '' کے نام سے ایک کتاب بھی ہمارے اکابر کے خلاف لکھی تھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی تکفیری مہم اس کے بعد چلائی ہے مولوی غلام دستگیر کا یہ عندیہ کہ شرح فقہ اکبر کی اصل عبارت میں ایک ''ما'' نافیہ رہ گیا ہے احقر نے ایک مرتبہ اس کی تحقیق کی تو یہ بات صحیح ثابت ہوئی اس کی تفصیل یہ ہے کہ احقر ۲۰۰۰ء رجب المرجب ۱۴۲۱ھ میں اپنے حضرت والد صاحب قدس سرہ کے ہمراہ عمرہ کیلئے مکہ معظّمہ حاضر ہوا تو جدہ میں اپنے میزبان محترم جناب قاری محمد رفیق صاحب کے ہاں علامہ زاہد الکوثری کی ایک تالیف جس میں ان کی مختلف تحریرات کو جمع کیا گیا ہے نظر سے گذری اس میں شرح فقہ اکبر پر بھی علامہ موصوف کا ایک بسیط تحقیقی مقدمہ تھا اس میں انہوں نے بعد از تحقیق یہی ثابت فرمایا ہے کہ اصل میں یہاں ایک ''ما'' رہ گئی اور اس کی دلیل کے طور پر کتاب کے دو قلمی نسخے بھی ذکر فرمائے جو انہوں نے خود ملاحظہ فرمائے جن میں اصل عبارت موجود تھی احقر نے حضرت اقدس کو یہ بات سنائی اور علامہ کی عبارت بھی ان کی خدمت میں پیش کی فرمانے لگے کہ مولوی غلام دستگیر نے تو پتہ نہیں کس بنیاد پر یہ بات کہی تھی مگر علامہ زاہد الکوثری کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح ہے حضرت کو اس تحقیق سے بہت خوشی ہوئی۔

حضرت والد صاحب کی برکت

ایک مرتبہ حضرت اقدس قدس سرہ لاہور جناب مرحوم ڈاکٹر مطیع الرحمٰن صاحب کے ہاں سمن آباد میں مقیم تھے طبیعت ناساز تھی آنکھ کے آپریشن کا مسئلہ تھا ان دنوں لاہور میں حضرت حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی مدظلہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے ان کو معلوم ہوا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کے مکان پر تشریف لے آئے اور کافی دیر تک ملفوظات ارشاد فرماتے رہے ڈاکٹر عبدالرحمٰن خالد بھی لندن سے آئے ہوئے تھے بڑے خوش اور محظوظ ہوئے جناب حافظ رانا فیض احمد صاحب بھی حیات تھے ان کو بہت ہی خوشی ہوئی سب نے یہی کہا یہ حضرت کی برکت ہے ورنہ ہمارے ہاں یہ حضرات کیوں تشریف لاتے۔

اجازت سند حدیث

حضرت اقدس والد صاحب جناب میاں مسعود صاحب کی لڑکی کے نکاح میں ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لے گئے وہاں مولانا سلمان صاحب عباسی سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے دوران گفتگو کہا کہ میں نے اجازت حدیث کیلئے حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا حضرت نے جواب میں اپنا ثبت ارسال فرمادیا مزید کچھ تحریر نہیں فرمایا وہ میرے پاس موجود ہے کیا اس طرح حضرت کی طرف سے اجازت ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ میں نے بھی ایک عریضہ میں اس کی درخواست کی تھی کہ مجھے اجازت عنایت فرمائی جائے حضرت نے تحریر فرمایا کہ اس طرف آنا ہوا تو نام لکھ کر دے دوں گا آپ بتائیں یہ اجازت ہے یا نہیں انہوں نے کہا کہ اجازت تو ہوگئی اگرچہ تحریر کی نوبت نہ آئی ہو حضرت نے فرمایا کہ آپ کو بھی اجازت ہوگئی ہے ثبت بھیجنا اجازت ہے نام لکھنا ضروری نہیں تھا۔ فقط.......................احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

نزیل حال المدینۃ المنورۃ زادھا اللہ تنویراً وتکریماً ۴ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

جمعہ کی اذان اور تقریر

فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جمعہ کے روز اذان اول کے بعد بیع وشراء خرید وفروخت منع ہے جیسا کہ ہدایہ میں بھی ہے لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اذان اول کے بعد بھی بیع وشرا کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے گنہگار ہوتے ہیں مسئلہ بتانے اور سمجھانے کے باوجود بھی وہ نہیں رکتے اس گناہ سے بچنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر محلّہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہے اذان اول وقت شروع ہونے کے باوجود دیر سے دی جائے اور دوسری اذان اس کے پانچ دس منٹ بعد ہو اس طرح خرید وفروخت کا سلسلہ دیر تک بلا کراہت جاری رہ سکتا ہے اور اذان اول ہونے پر اس کو تھوڑی دیر کیلئے بند کرنا بھی آسان ہے دوسرے یہ کہ پہلی اذان اپنے وقت پر ہی ہو لیکن دوسری اذان زیادہ دیر میں نہ دی جائے بلکہ ان دونوں میں زیادہ سے زیادہ بیس منٹ یا آدھ گھنٹہ کا وقفہ رکھا جائے تاکہ اس دوران عوام کے دینی فائدہ کیلئے وعظ بھی ہو سکے اس طرح وہ مختصر وقت کیلئے کاروبار بند کر کے گناہ سے بھی بچ سکیں گے اور دینی معلومات سے بھی انہیں مستفید ہونے کا موقع مل جائے گا حضرت والد صاحب قدس سرہ کو اس میں دوسری صورت پسند تھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ شہر کے تمام خطباء کو جمع کر کے ان سے یہی طے کر لیا جائے کہ وہ اذان اول کا بروقت اہتمام کریں اور اس کے بعد تقریر کا دورانیہ کم رکھیں تاکہ دوسری اذان جلد ہو سکے اور جمعہ میں چونکہ ہر موسم میں تعجیل سنت ہے اس پر بھی اس طرح عمل ہو سکتا ہے مگر افسوس کہ بوجوہ اسکی نوبت نہ آسکی اس سلسلہ میں یہ موقف کہ وعظ پہلے ہو جائے اور اذان اول تاخیر سے دی جائے حضرت کو پسند نہ تھا وہ فرماتے تھے اذان اول کو اپنے وقت پر ہونا چاہئے اس کو دیر سے دینے کا رواج ڈالنا طریق سلف کے خلاف ہے احقر نے بارہا عرض کیا کہ جمعہ پر مروجہ طریقہ وعظ کا چونکہ پہلے نہ تھا لہٰذا اگر جمعہ سے قبل اس کو بند کر دیا جائے اور جمعہ اول وقت میں پڑھا کر وعظ بعد میں ہو تو کیا یہ بہتر نہیں ہے اس طرح اذان اول اور

جمعہ دونوں بروقت ہوں گے خرید و فروخت کی ممانعت کی خلاف ورزی بھی نہ ہوگی جس نے وعظ سننا ہوگا بعد میں وہ بھی تسلی سے وعظ سن لے گا حضرتؒ اس کا جواب یہی فرماتے کہ اگر چہ فی نفسہ یہ زیادہ بہتر ہے مگر لوگوں کو علمائے کرام کے بیان سننے اور دین کی طرف اتنی رغبت نہیں ہے کہ وہ بعد میں مستقلاً اس کیلئے وقت دیں گے اسی طرح بہت سے حضرات قریب اور دور سے اہتمام کر کے پہلے پہنچتے ہیں کہ جمعہ سے قبل مختصراً وقت میں وہ کچھ دین کی باتیں سن لیں لہٰذا اب زیادہ بہتر یہی ہے کہ جمعہ سے قبل ہی بیان ہو لیکن یہ بیان مختصر اور ضروری امور پر مشتمل ہونا چاہئے زیادہ طویل اور لمبا بیان نہ ہو باقی رہا جمعہ سے قبل بیان کا جواز تو اس بارہ میں حضرتؒ نے بعض صحابہ کے حوالہ سے ذکر فرمایا کہ وہ جمعہ سے قبل بیان فرماتے تھے چنانچہ مستدرک میں اس کی تصریح ہے تو جمعہ سے قبل بیان بھی بے اصل نہیں ہے اور بضرورت اگر سنن سے فارغ ہو کر قبل خطبہ کچھ بیان ہو جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

جمعہ کی اذان ثانی

حضرت والد صاحب ایک مرتبہ سیال شریف تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ نے ذکر فرمایا کہ ایک صاحب اس پر زور دیتے ہیں کہ جمعہ کی دوسری اذان خطیب کے سامنے دینے کی بجائے مسجد کے دروازے پر دینی چاہئے کیونکہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان نے اس کو دلائل سے ثابت فرمایا ہے یہ صاحب مجھ پر بہت زور دیتے ہیں اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے میں ان کو کیا جواب دوں حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ بات ان کی صحیح نہیں ہے فقہاءؒ نے اس کے متعلق "امام الامام" کی تصریح کی ہے رہا اعلیٰ حضرت کا معاملہ تو انہوں نے جس روایت کا سہارا لیا ہے ان کا استدلال اس روایت سے صحیح نہیں ہے آپ کے استاذ حضرت علامہ معین الدین اجمیری نے اعلیٰ حضرت کے رد میں "القول الاظهر فيما يتعلق بالاذان عند المنبر" کے نام سے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں ان کا زبردست رد ہے خواجہ صاحب اس سے بہت خوش ہوئے اور

فرمانے لگے بس میری تسلی ہوگئی میرے استاد بہت بڑے فاضل تھے ان کی بات بالکل صحیح ہے ان کے مقابلہ میں مولانا احمد رضا صاحب کی بات کو میں تسلیم نہیں کرسکتا اب میں اس شخص کو یہی جواب بتادوں گا حضرت والد صاحب نے ان کو مزید بتایا کہ مولانا فاضل بریلوی کی طرف سے حضرت اجمیری کے رسالہ کا جواب ان کے صاحبزادہ نے لکھا جس میں اس رسالہ کے جواب دینے کی کوشش کی گئی اور مولانا اجمیری پر اعتراضات کئے گئے حضرت مولانا موصوف نے ''تجلیات انوار المعین'' کے نام سے اس کا زبردست جواب لکھا اور مولانا احمد رضا صاحب کے ایک ایک استدلال اور اعتراض کا شافی کافی جواب تحریر فرمایا اور بڑے وزنی دلائل سے ثابت کیا کہ دوسری اذان خطیب کے سامنے ہی ہونی چاہئے نہ کہ مسجد کے دروازے پر علاوہ ازیں فاضل بریلوی پر بھی خوب جرح کی اور ان کے بعض مخصوص خیالات وعادات کا رد فرمایا خواجہ صاحب موصوف اس تفصیل سے مزید خوش ہوئے اور بڑی مسرت اور اطمینان کا اظہار فرمایا ''تجلیات انوار المعین'' احقر کو بھی پڑھنے کا اتفاق ہوا حضرت مولانا اجمیری کے زوردار علمی قلم نے جہاں مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو خوب منقح فرمایا ہے وہیں اعلیٰ حضرت کی بھی بہت زبردست تردید فرمائی ہے فاضل بریلوی کے خصائل وعادات کی صحیح عکاسی اور تصویر کشی اس سے بڑھ کر ممکن نہیں ہے فللّٰہ درہ، نیز حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''تنشیط الاذان'' کے نام سے اس پر کلام فرمایا ہے اور'' بذل المجهود شرح ابی داؤد''میں ان الفاظ کے ساتھ اس رسالہ اور واقعہ کا ذکر فرمایا ہے:

وهذا الحديث استدل به على كراهة الاذان فى المسجد وقالوا ان باب المسجد كان خارجا منه فاذن عليه فيكره الاذان فى الداخل وقد صرح به صاحب العيون ناقلاعن شيخه صاحب غاية المقصودو تمسك به رئيس اهل البدعة فى زمانناا احمد

رضا البریلوی وازاع الفتن والشرور فی هذه المسئلة و کتبت فیها الکتب والرسائل ولی فیها رسالة وجیزة کتبت فیها هذه المسئلة وما یتعلق بها وبحثت فیها من هذا الحدیث والروایات الفقهیة فارجع الیها (ج۲ص۱۸۰)

قرآن کریم سے استنباط

لاہور کے سفر میں ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ کے استاذ حدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی تو وہ گھر لے گئے وہاں حضرت علامہ محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے تحریر فرمودہ احکام القرآن کے تکملہ کا ذکر آیا حضرت والد صاحب فرمانے لگے کہ حضرت کاندھلوی نے اپنا حصہ نہایت اختصار سے تحریر فرمایا ہے اہل علم کے مشورہ سے آج کل اس کا تکملہ میں لکھ رہا ہوں حضرت مولانا نے بعض آیات کے تحت خوب کلام فرمایا ہے اور بعض آیات کے تحت کچھ تحریر نہیں فرمایا مثلاً سورۃ جمعہ کے دوسرے رکوع میں دس مسئلے لکھے ہیں لیکن پہلے رکوع کی کسی آیت پر نہیں لکھا حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رکوع میں کوئی فقہی مسئلہ مستنبط نہیں ہوتا آپ نے اس پر کیا لکھا ہے حضرت نے فرمایا کہ احکام القرآن کا موضوع عام ہے علم کلام کا موضوع بھی اس میں شامل ہے اور فقہ کا بھی پہلے رکوع کی آیت وآخرین منهم لما یلحقوا بهم سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم بعثت معلوم ہو رہی ہے جو علم کلام کا مسئلہ ہے اور آیت قل یا ایها الذین هادوا ان زعمتم الآیۃ سے تمنی موت کے فقہی مسئلہ کا استنباط ہو رہا ہے جس کے تحت تمنی موت کے احکام لکھے جائیں گے کہ موت کی تمنا کہاں جائز ہے اور کہاں نہیں اور طاعون سے فرار کا کیا حکم ہے حضرت صوفی صاحب مدظلہم اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ماشاءاللہ تعالیٰ دونوں مسئلے خوب ہیں واقعۃً ان پر کلام کی ضرورت تھی۔

لعان صرف سبب تفریق ہے

دیو بند میں بزمانہ طالب علمی اکثر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا رہا کئی مرتبہ حضرت کے ساتھ سیر پر جانے کا موقع بھی ہو جاتا تھا حضرت والد صاحب نے سنایا کہ ایک مرتبہ لعان کے مسئلہ پر حضرت مفتی صاحب سے میں نے کچھ پوچھا حضرت نے اس کی تفصیلات بتائیں اور ساتھ بدائع الصنائع کا حوالہ دیا کہ اس میں اس پر عمدہ تفصیل ہے اور حاصل کلام کے طور پر فرمایا کہ لعان سبب تفریق ہے خود مفرق نہیں ہے حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت کا یہ جملہ دیکھنے میں تو مختصر ہے لیکن پورے باب کا حاصل اور خلاصہ اس میں آ جاتا ہے کیونکہ لعان کے باوجود بھی جب تک قاضی زوجین میں تفریق نہ کردے اس وقت تک عورت کو دوسری جگہ نکاح جائز نہیں ہے اس سے واضح ہے کہ لعان خود مفرق نہیں ہے جبکہ بادی النظر میں لعان کو ہی مفرق سمجھ لیا جاتا ہے حضرت مفتی اعظم کا یہ ارشاد حضرت والد صاحب کو اس قدر یاد تھا کہ اکثر پورا واقعہ کے ساتھ وقت اور جگہ بھی بتایا کرتے تھے اور یہ کہ اس جملہ نے ساری عمر بہت فائدہ دیا فللّٰہ درہ وعلی اللہ اجرہ۔

قریہ کبیرہ کی تعریف

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بعض فقہائ نے جواز جمعہ کیلئے قریہ کبیرہ کی تعریف میں کہا ہے: مالا یسع اکبر مساجدہ یہ حد تام نہیں ہے کیونکہ اگر اس تعریف کو لیا جائے تو پھر تو مکہ معظّمہ میں بھی جمعہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ وہاں کے رہنے والے مسجد الحرام میں نہیں سما سکتے اس لئے یہ تعریف رسم کے درجہ میں ہے اس کو حد نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت امام شافعی سے غالباً یہی تعریف منقول ہے جبکہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ سے منقول تعریف نہایت جامع اور غایت احتیاط پر مبنی ہے۔ (جاری........)

مفتی محمد راشد ڈسکوی جامعہ فاروقیہ کراچی

''باتیں اُن کی، یاد رہیں گی'' (قسط ۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماضی قریب کے بند دریچوں میں جھانک کر دیکھیں تو وہاں اپنے اکابر اساتذۂ کرام کی سرپرستی، اُن کی راہنمائی، اُنگلی پکڑ کے چلانا، ہر مرحلے میں تربیت کرنا، قدم قدم پر سمجھانا نظر آتا ہے تو پیشانی اللہ تعالیٰ کے سامنے تشکر بھرے جذبات کے ساتھ جھک جاتی ہے، الحمدللہ علیٰ ذلک، وجزاھم اللہ خیرا واَحسن الجزاء۔ قابلِ صد احترام مُشفِق اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ نہ کرتے تو معلوم نہیں ہماری زندگی جانوروں کی طرح ہوتی یا اُن سے بھی بدتر ہوتی؟!

۹/محرم الحرام/۱۴۳۶ھ کی رات آٹھ بجے مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے طلبہ کی طرف سے صدمے سے لبریز یہ خبر آئی کی اُستاذِ محترم مولانا جمشید علی خان صاحب رحمہ اللہ اِس بے وفا دنیا کو داغِ مفارقت دیتے ہوئے سفرِ آخرت شروع کر چکے ہیں؛

''إنّا للّٰه وإنّا إليه راجعون''... ''إنّ لِلّٰه ما أخذ، ولِلّٰه ما أعطىٰ، وكلُّ شَيئٍ عندَه بأجَلٍ مُسمّىٰ''.

بَس پھر کیا تھا، یک لخت اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کی صحبت، معیت اور شاگردی میں بیتے لمحات آنکھوں کے سامنے سے گزرتے چلے گئے، کچھ عرصے سے جاری اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کے بیماری کے پُر مشقت ایام بھی یاد آئے تو فوراً دل سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اُستاذِ محترم کو دنیا کی تکلیف دِہ گھاٹیوں سے نجات دے کر اپنے مہمان خانے میں سکون اور آرام دینے کے لیے بُلا لیا ہے، ساتھ ہی دل ودِماغ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے کہ اے اللہ! جس طرح تیرے اس بندے نے تجھے راضی کرنے کی محنت میں زندگی گزار دی، انہی

کے نقشِ قدم پر چلنے کی مجھے بھی توفیق عطا فرما، اے اللہ! تو نے اُنہیں جن خصائل حمیدہ سے نوازا تھا، اُن کا کچھ ذرّہ مجھے بھی نصیب فرما، اور انہیں اپنی شایانِ شان اجرِ جزیل عطا فرما، آمین ثم آمین

اُستاذِ محترم رحمہ اللہ اتباع سنت، تقویٰ، تواضع، للّٰہیت اور امتِ محمدیہ ﷺ کے جس درد اور فکر و کڑھن کو اپنے سینے میں لیے ہوئے تھے، وہ کسی سے مخفی نہیں، اِس مضمون میں اُن کے مناقب پر روشنی ڈالنا ہی مقصودِ اصلی نہیں ہے (اگر چہ! ضمناً یہی کچھ سامنے آئے گا) بلکہ اس تحریر سے مقصود اپنی نسبت اُس عظیم ہستی کے ساتھ جوڑنا ہے کہ مجھے بھی اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کے سامنے کچھ لمحات بیٹھنے کا شرف حاصل ہے، یقیناً یہ مجھ جیسوں کے لیے قابلِ افتخار، باعثِ مسرت اور ذخیرۂ آخرت ہے، نیز! اپنے ہم سفر طلبہ ساتھیوں کے ذہنوں میں اُستاذِ محترم رحمہ اللہ سے متعلق وابستہ یادوں کو تر و تازہ کرنا ہے۔

مجھ سمیت دیگر طلبہ کا ایک جم غفیر مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کی قدیم عمارت (جس کے خدوخال یا حدود دوار بعہ کو بھی سمجھنا یا سمجھانا چاہیں تو شاید ممکن نہ ہو) کے دارِ خامس میں بیٹھے ہوئے انتظار کے پُر مشقت لمحات سے گزر رہا تھا، کہ ہمیں بتلایا گیا تھا، کہ ابھی کچھ دیر بعد مدرسہ کے قواعد وضوابط اور پابندیاں پڑھ کے سنائی جائیں گی، جس میں تمام طلبہ اور اُن کے سرپرستوں کی شرکت لازمی ہے۔ خیر! کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اُستاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا جمشید علی خان صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے، اور جلوہ افروز ہوئے، اُستاذِ محترم کی بارعب شخصیت اور جاہ وجلال کا اثر تھا کہ پورے ہال میں ایسا سکوت اور فضا میں طمانینت تھی کہ سانس تک کی آواز اس پُر سکون ماحول میں طلاطم پیدا کر رہی تھی، اُستاذِ محترم رحمہ اللہ نے کچھ دیر گفتگو فرمائی: جو لوحِ دل و دِماغ پر کچھ اِس طرح سے نقش ہوگئی کہ آج بھی اُن ہدایات کے نقوش پوری طرح تر و تازہ ہیں، خلاصۃً کچھ باتیں یہ تھیں: بھائیو! تم سب اپنی اپنی اولادوں کو، اپنے عزیزوں کو دینی تعلیم کے حصول کی نیت سے داخل کروانے

آئے ہو، تو اچھی طرح یہ بات سُن لو، اور اپنے اپنے دِل و دِماغ میں بٹھا لو اور جا کر اپنے گھر والوں کو سمجھا دو، کہ آج کے بعد ہمارا یہ بیٹا دنیاوی اعتبار سے ہمارے کسی کام کا نہیں، ہم نے اسے دین کے لیے فارغ کر دیا ہے''۔ پھر پوچھا! ''جی عزم کر لیا؟ اچھا یہ بتاؤ! کہ جب کالے بالوں والی آئے گی، اور دنیا کمانے کو کہے گی، تو پھر کیا کرو گے؟'' فرمایا: بھائیو! ''اس لیے دین کی بنیاد پر رشتہ تلاش کرنا ہے، اور اُسے پہلے سے ہی سمجھا دینا ہے کہ ہمارا بیٹا تو ہمیشہ کے لیے دین کے لیے وقف ہو چکا ہے''۔

ہم سانس روکے اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کی اپنے مخصوص لب و لہجے میں دی جانے والی ہدایات سنتے رہے، اور مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں تعلیمی سفر کے آغاز پر اپنی نیت اور ارادوں کی تصحیح و عزم کرتے رہے، اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کا بیان کرنے کا مخصوص انداز، بات کے مطابق آواز کا اُتار چڑھاؤ، محاوروں اور قافیہ بندی کا برموقع استعمال، ایک ایک لفظ کو ٹھہر ٹھہر کے نہایت ہی شیریں اور میٹھے لہجے میں واقعہ کی ایسی آسان تفسیر و تشریح کرنا کہ سننے والے کے دل و دِماغ میں اترتا چلا جاتا تھا، عوام الناس میں بیان ہو رہا ہو یا خواص میں، ہر جگہ اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کا یہی پُرکشش اُسلوب ہوتا تھا، ذیل میں اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کے ایک بیان کا کچھ ٹکڑا بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے، جس سے بخوبی اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کا مخصوص انداز سمجھا جا سکتا ہے، ملاحظہ ہو:

''اس امت کو اس بنیاد پر ڈال کر (جو آگے آ رہی ہے) اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو توفیق دی (ملک) چلانے کی، حالات کچھ بھی ہوں، گھریلو، بیرونی، ملکی، قومی، علاقائی، طبقاتی: ہمیں حالات سے کوئی سروکار نہیں، ہمارا تو کام؛ ایک ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا سنت طریقہ کیا ہے،'' کیونکہ حالات جو ہیں، یہ تو مخلوق ہیں، نہ تو اِن کا کچھ بگڑے اور نہ سُدھرے، نہ ہم بگاڑ کو دیکھیں گے، نہ سُدھار کو، ہم نے تو حکم کو دیکھنا ہے۔

یہی بنیاد اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے دی، طُور پر بُلایا،

فرمایا:وما تلك بيمينك يٰموسىٰ؟ موسیٰ! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟،تو اِس لیے نہیں پوچھ رہے کہ اللہ میاں کو معلوم نہیں، اُس کو تو معلوم ہے، تا کہ! موسیٰ علیہ السلام کی زَبان سے وہ بات نکلے جو اُن کے تجربے کی ہے،اور اُن کے مشاہدے کی ہے،اور قیامت تک آنے والی نسلیں اِس کو سُنیں ؛چنانچہ! موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:هي عصاي، أتوَكَّؤُ عليها، وأهُشُّ بها علىٰ غنمي وليَ فيها مآرِبُ أُخرىٰ یہ تو میری لاٹھی ہے،لکڑی ہے، بے جان ہے، پتے جھاڑتا ہوں بکریوں کے لیے، اور ٹیک لگاتا ہوں، سہارا لگاتا ہوں، بہت سے کام اِس سے نکلتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یہ وہ) فائدے (ہیں، جو) تم نے گنوائے، اب یہ عصا تم پھینک دو، موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام؛ باوجودیکہ اُن کو سخت ضرورت تھی، رات کو لاٹھی کی، حکم ہے ﴿ألقها يٰموسىٰ﴾ کہ عصا پھینک دو، پھینک دی، فإذا هي حية تسعىٰ ایک دَم،اَچانک سانپ بن کر لہرنے لگا،اب موسیٰ علیہ السلام کی سوچ میں نہ گمان میں، رات کا وقت ہے، پہاڑ پر کھڑے ہیں اور یہ سانپ جا رہا ہے،تو موسیٰ علیہ السلام ڈرے، اور پیٹھ موڑ کر بھاگے، کہ اِس نے تو ذرا سا بھی منہ لگا دیا تو یہاں مَرا پڑا رہوں گا،اور وہاں بی بی انتظار کرتی رہے گی،ولّٰى مُدبراً پیٹھ موڑ کر بھاگے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہاں جا رہے؟لا تخف ڈرو نہیں، أقبِل اس کے سامنے آؤ،خذها اسے پکڑو،"لا إله إلا الله" حکم ہے کہ سانپ کے سامنے سے آکر پکڑو،اب اگر مشاہدے کو دیکھیں، تجربے کو دیکھیں،تو معذرت کریں، کہ یا اللہ! بیوی میری اکیلی ہے، یہ سانپ ہے،ڈَس لے گا،مَر جاؤں گا، یہ تو تھا مشاہدہ،اور تجربہ؛اور حکم کیا ہے؟! کہ أقبِل، وخذ سامنے سے آ، پکڑ،تو موسیٰ علیہ السلام سارے مشاہدات اور تجربات ٹھکرا کر حکم ادا کرنے کے لیے سامنے سے آئے،اور وہ لہر کر، یہ سامنے سے جا رہا تھا،سانپ؛اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا حکم ادا کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، اُنگلیوں کے پَورے سانپ کو لگتے ہی، لاٹھی کی لاٹھی،تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حالات سے غیر متأثر ہو کر حکم پورا کرنے کی بنیاد

پرعملاً ڈال دیا، اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو، قیامت تک آنے والی نسلوں کو اپنے اَحکام، پیغمبر علیہ السلام کی سنت اور طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور حالات سے غیر متأثر ہوکر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ....

تو یہ بنیاد ہمارے لیے، قیامت تک کے لیے قائم ہوگئی، کہ ہم حالات کے غلام نہیں، ہم حالات کے تابع نہیں، ہم تو اَحکام کے غلام ہیں، اَحکام کے تابع ہیں، ہر آن، ہر گھڑی، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی منشاء، اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اللہ تعالیٰ کا حکم؛ یہ ہے ہمارا اصل سرمایہ، کہ اللہ تعالیٰ کیا فرمارہے؟ اللہ تعالیٰ کی منشاء کیا ہے؟! اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟! اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں، ہمیں تو اللہ کی چاہت پر جان دینی ہے، اللہ تعالیٰ کی منشاء پر مرنا ہے، اور سب کچھ قربان کرنا ہے، اور سارے حالات سے قطع نظر کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء پہچاننے میں خود لگنا ہے، اور اس کی دعوت دے کر دوسروں کو لگانا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کی محنت قیامت تک چلادے، اس پر آنا ہے، اُمت کو اس پر لانا ہے، اس پر جان کھپانی ہے، یہی ہمارا موضوع اور مقصد ہے، ملک مقصد نہیں، مال مقصد نہیں، حالات مقصد نہیں، ہمارا جو مقصد ہے، یعنی: اس کام کا جو مقصد ہے؛ دعوت کا، وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کو پہچاننا ہے، اور اس پر مرنا کھپنا، اور جان دینا حالات بگڑیں اور سدھریں؛ اِس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، آسمان بدل جائے زمین، سورج بدل جائے چاند، ہمیں دیکھنے ہیں اَحکامِ خداوندی۔''

بیان کا نمونہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمالیا، آپ کو پورا بیان اتنا پُرکشش اور اپنے اندر جاذبیت رکھتا تھا کہ مجمع کا ہر فرد ہمہ تن متوجہ رہتا تھا، بالخصوص عرب حضرات تو آپ کے بیان کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے، اور خوب دلچسپی سے سنتے تھے، اس لیے اُردو بیانات کی طرح عربی بیانات میں بھی اُستاذِ محترم رحمہ اللہ قافیہ بندی کا خوب استعمال کرتے تھے اور اپنے مخصوص لب و لہجے میں ہی وہاں بھی بیان فرماتے تھے، تو عرب حضرات اُستاذِ محترم

رحمہ اللہ کے اس انداز سے بھی خوب محظوظ ہوتے تھے۔

ابھی چند دن قبل رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع کے پہلے مرحلے میں حضرت مولانا طارق جمیل صاحب نے اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کا ایک شعر سناتے ہوئے فرمایا:

''مولانا جمشید صاحب کی قبر کو اللہ نور سے روشن کرے، سینکڑوں دفعہ سبق کے دوران اُن سے یہ شعر سنا: وہ بڑی لَے میں سناتے تھے ؎

دُھن دُھنیے اپنی دُھن پرائی دُھنی کا پاپ نہ بُن
تیری روئی میں چار بنولے سب سے پہلے اُن کو چُن

پُرانی اُردو ہے، مگر مطلب اس کا یہ ہے کہ اپنے عیب دیکھ اوروں کے عیب نہ دیکھ، اپنی کمیاں دیکھ اوروں کی کمیاں نہ دیکھ، اوروں کی کمیاں دیکھتے دیکھتے دیکھتے ہمارے دل نفرتوں سے بھر چکے ہیں۔''

زندگی کے ابتدائی ایام حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے گھر بلوغت سے قبل خدمت کے لیے جایا کرتے تھے، اُستاذِ محترم رحمہ اللہ خود فرماتے تھے کہ میں بچپن میں سکول سے واپسی پر حکیم الامت رحمہ اللہ کے ہاں چلا جایا کرتا تھا، حضرت تھانوی صاحب کی بڑی اہلیہ کو بڑی اماں اور چھوٹی اہلیہ کو چھوٹی اماں کہا کرتا تھا، جب بلوغت کے قریب ہوئے تو حضرت تھانوی صاحبؒ کی بڑی اہلیہ نے کہا کہ ''جمشید! اب تو بڑا ہو گیا ہے، دستک دے کر آیا کر، اور اپنے گھر میں بھی پردہ کیا کر''۔ اُستاذِ محترم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس دن سے ہی اپنے گھر میں اپنی بھابھیوں سے بھی پردہ شروع کر دیا، بھابھیوں سے پردہ کرنے میں ابتداء بہت دُشواری ہوئی، بھابھیاں اور والدہ ناراض ہوئیں، لیکن حضرت اپنے فیصلے پر جمے رہے، یہاں تک کہ گھر میں حضرت کی وجہ سے پردہ شروع ہو گیا۔

اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کی تواضع، ملنساری، مہمانوں کے ساتھ گھل مل جانا اور اللہ کے

راستے میں نکلنے والوں مہمانوں کی خدمت، رات کے وقت چھپ کر بیت الخلاء صاف کرنا ایسی مشہور ومعروف خصلتیں ہیں، جو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، اصلاح باطن، وتذکیۂ نفس کے لیے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا دامن تھاما، اوراس لائن میں ترقی کی منازل طے کرتے چلے گئے، آپ کا ذکرُاللہ کے ساتھ شَغَف اس قدر تھا کہ آپ کی ہر سانس کے ساتھ "إلا اللــه" کی صدا جاری ہوتی تھی، گویا اللہ کا نام ہر ہر سانس میں رچ بَس گیا تھا۔

ملاقات کے لیے آنے والوں کے ساتھ پوری خندہ پیشانی، کشادہ روئی اور بشاشت کے ساتھ ملتے اور مـرحبـاً، مـرحبـاً، أهلاً وسهلاً کی صدا بلند فرماتے تھے، اور اِس طریقے سے آنے والے کا استقبال کرتے تھے کہ آنے والے کا دِل خوشیوں سے لبریز ہو جاتا تھا، پاس موجود جو بھی چیز کھانے پینے کی ہوتی تھی، بطورِ اِکرام مہمان کو پیش کر دیتے، بارہا! یہ دیکھا گیا کہ کسی مہمان نے کوئی ہدیہ پیش کیا، (قبولِ ہدیہ میں بھی مولانا بہت احتیاط کرتے تھے، اس کا تذکرہ آگے کیا جائے گا) اس کے بعد کوئی اور مہمان آیا تو حضرت نے وہ ہدیہ ملی ہوئی چیز اُس آنے والے مہمان کو دے دی، اسی طرح مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں امتحانات کے موقع پر تشریف لانے والے ممتحنین حضرات کا خوب اکرام فرماتے اور اُنہیں ہدایا سے نوازتے تھے، اِس کے علاوہ اَسفار میں اپنے خُدام کے کھانے پینے اور راحت وآرام کا خیال رکھنا بھی مولانا کا وصفِ خاص تھا۔

ہدایا کے بارے میں اُستاذِ محترم رحمہ اللہ بہت زیادہ محتاط رہتے تھے، خُدام کو سختی سے تاکید تھی کہ اگر کوئی ہدیہ بھیجے تو لانے والے سے پوری تحقیق کریں، کہ کس نے بھیجا، کس کے لیے بھیجا، بھیجنے والا کیا کام کرتا ہے وغیرہ وغیرہ، اور اگر کوئی خود لے کر آتا تو بڑے احسن انداز میں باتوں ہی باتوں میں تحقیق کر لیتے تھے، ایک بار اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کا ایک نابالغ شاگرد جو بیرون ملک کا رہنے والا تھا تقریباً آدھا کلو سے زائد عجوہ کھجوریں لے کر آیا اور

ہدیۃً خدمت میں پیش کیں، تو مولانا نے بڑے پیار سے فرمایا: جاؤ بیٹا یہ کھجوریں خود استعمال کرو، یہ تمہاریں ہیں اور تمہارے ہی لیے ہیں، وہ بضد تھا کہ نہیں آپ قبول کریں، تو بالآخر اُستاذِ محترم رحمہ اللہ نے اُسے فرمادیا کہ بیٹا! تم نابالغ ہو، اور نابالغ سے کوئی چیز لے کر کھانا جائز نہیں ہے، وہ طالبِ علم افسردہ سا ہوکر باہر نکل گیا، باہر جاکر خدام سے کہا کہ اُستاذ جی نے کیوں قبول نہیں کی؟ والد صاحب ناراض ہوں گے کہ کیوں نہیں پہنچائی تھی، تو خدام نے پوچھا کہ کیا آپ کے والد صاحب نے مولانا کے لیے بھیجی ہیں؟ تو اُس نے اثبات میں سر ہلایا، خدام کے کہنے پر وہ طالبِ علم دوبارہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ کھجوریں والد صاحب نے آپ کے لیے بھیجی ہیں، اس پر اُستاذِ محترم رحمہ اللہ نے تاکیداً اُس سے پوچھا کہ کیا تمہارے والد نے میرا نام لے کر مجھے دینے کے لیے کہا تھا؟ طالبِ علم نے جواب دیا کہ جی ہاں، تب جاکر اُستاذِ محترم رحمہ اللہ نے وہ کجھوریں وصول کیں۔

اِسی طرح اگر کوئی شخص کسی برتن میں کھانے پینے کی چیز ہدیۃً لے کر آتا تو برتن کی نوعیت دیکھ کر اگر تو قیمتی ہوتا یا گھروں میں استعمال ہونے والا نظر آتا تو اُسی وقت دریافت کر لیتے تھے کہ بھائی! برتن واپس کرنا ہے یا نہیں؟ جیسا جواب ملتا اُس کے مطابق عمل کیا جاتا تھا، اِس کے علاوہ اگر کوئی پھلوں کا ہدیہ پیش کرتا تو دریافت فرماتے کہ بھائی! کہاں کے ہیں؟ اگر جواب ملتا کہ اپنے باغ کے ہیں تو پھر ان کا بیع وشراء کا طریقہ بھی معلوم فرماتے تھے، اور اگر کوئی کہتا کہ بازار سے لایا ہوں، تو بہت اچھا! کہہ کر رکھ لیتے، لیکن اُس کے جانے کے بعد طلبہ یا مہمانوں وغیرہ میں تقسیم فرمادیتے تھے، اَز خود استعمال کرنے سے گریز کرتے تھے، ایک بار کسی شخص نے ہدیہ دے کر کہا حضرت میرے لیے دعا فرمادیں، تو بڑی شفقت سے فرمایا: کہ بھائی! دعا ہم تمھارے لیے کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے لیکن جب ہدیہ دیا جائے تو اس وقت دعا کے لیے نہیں کہنا چاہیے۔

۵۲، ۱۹۵۱ام میں دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندی اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں کے سامنے زانوئے تلمذ کیا اور دورہ حدیث کی تکمیل فرمائی، فراغت کے فوراً بعد ملکِ پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی، صوبہ سندھ کے ضلع ٹنڈوالہ یار میں واقع ایک بڑے مدرسہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے زیرِ سایہ اپنے سفرِ تدریس کا آغاز فرمایا، بارہ سال تک اسی جگہ شب وروز ابتدائی کتب سے لے کر انتہائی کتب تک کی تدریس میں مشغول رہے، اس وقت معاشرے اور عامۃ الناس مسلمانوں کی دینی زندگی کی پستیوں کو دیکھتے دیکھتے دعوت وتبلیغ کی طرف قلبی رجحان بہت زیادہ بڑھ گیا، حتیٰ کہ ۱۹۶۴ام میں آپ نے تبلیغ میں سات چلّے لگائے، اُس کے بعد آپ کا تقرر مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں ہوگیا، اِس سلسلے میں خاص بات یہ ہے کہ اُستاذِ محترم رحمہ اللہ جب ٹنڈوالہ یار سے چھوڑ کے رائے ونڈ تشریف لائے تو وہ وہاں صحیح البخاری پڑھاتے تھے، لیکن رائے ونڈ میں آپ کی تدریس کی ابتدا شعبہ حفظ اور تعلیم الاسلام کی تدریس سے ہوئی، اُس وقت سے لے کر ۱۹۹۷ام تک درجہ موقوف علیہ تک کی تمام کتب پڑھانے کا آپ کو موقع ملا، ۱۹۹۷ام میں مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے بڑے اُستاذ حضرت محمد ظاہر شاہ صاحب رحمہ اللہ تھے، اُن کی وفات کے بعد اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کو بڑے استاذ کے رتبے سے پہچانا جانے لگا، پھر ۱۹۹۹ام میں جب دورہ حدیث کی ابتداء ہوئی تو شیخ الحدیث کے مرتبے پر بھی آپ کو ہی فائز کیا گیا، اُس وقت سے ۲۰۱۰م تک مکمل بخاری شریف اُستاذِ محترم رحمہ اللہ ہی پڑھاتے رہے، پھر علالت کی بناء پر صحیح البخاری کا ایک حصہ اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کے پاس ہی باقی رہا، جو اِمسال تک جاری وساری تھا اور بقیہ حصے دیگر کبار اساتذہ میں تقسیم کردیئے گئے۔ اِس طرح آپ کے علومِ ظاہریہ اور باطنیہ سے فیض حاصل کرنے والوں کی ملک وبیرون ملک میں ہزاروں سے متجاوز ہوگئی، صرف اِمسال مدرسہ عربیہ رائے

ونڈ سے دورہ حدیث شریف مکمل کر کے دستارِ فضیلت حاصل کرنے والے آپ کے تلامذہ کی تعداد پانچ سو باسٹھ (562) ہے، جن میں پاکستان کے علاوہ بیرون ممالک (مثلاً: برونائی، سری لنکا، تھائی لینڈ، ملائشیا، انڈونیشیا، فلپائن، ترکی، حبشہ، کمبوڈیا، چین، ناروے، سوڈان، سعودی عرب، تیونس، اُردن، روس، قطر، طائف، صومالیہ، مقدونیہ، البانیہ، جنوبی افریقہ، روس، کرغیستان، تاجکستان، قازقستان اور افغانستان وغیرہ) کے ننانوے (99) طلبہ شامل ہیں، وللہ الحمد!

دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی اُستاذِ محترم رحمہ اللہ نے خوب ترقی کی، تبلیغی مرکز رائے ونڈ، پاکستان میں تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے رُکن و امیر تبلیغی جماعت پاکستان محترم حاجی عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بعد بڑی ہستی اُستاذِ محترم رحمہ اللہ کو ہی تسلیم کیا جاتا تھا، مرکز میں ہونے والے روزانہ اور ماہانہ مشوروں میں حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم کے بعد آپ ہی ذمہ دار ہوتے تھے، انہی کا فیصلہ حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا، جن ایام میں حاجی صاحب دامت برکاتہم شدید علیل ہوئے یا ہوتے تھے، بیانِ فجر کی ذمہ داری آپ کی ہی ہوتی تھی، اس کے علاوہ اللہ کے راستے میں جانے والی جماعتوں کو دی جانے والی ہدایات اور وقت لگا کر واپس جانے والے احباب میں اختتامی دعا اور مصافحہ بھی اکثر آپ کے ذمہ لگتا تھا، عصر کے بعد عوام الناس، پُرانوں اور علماء اور بیرون ممالک سے آنے والے مہمانوں میں بھی آپ بکثرت بیان کرتے نظر آتے تھے، نیز! صحت کے زمانے میں، پُرانوں کے دس روزہ جوڑ، علاقائی اجتماعات اور رائے ونڈ کے سالانہ اجتماعات میں بھی آپ کا بیان ضرور ہوتا تھا۔ (جاری........)